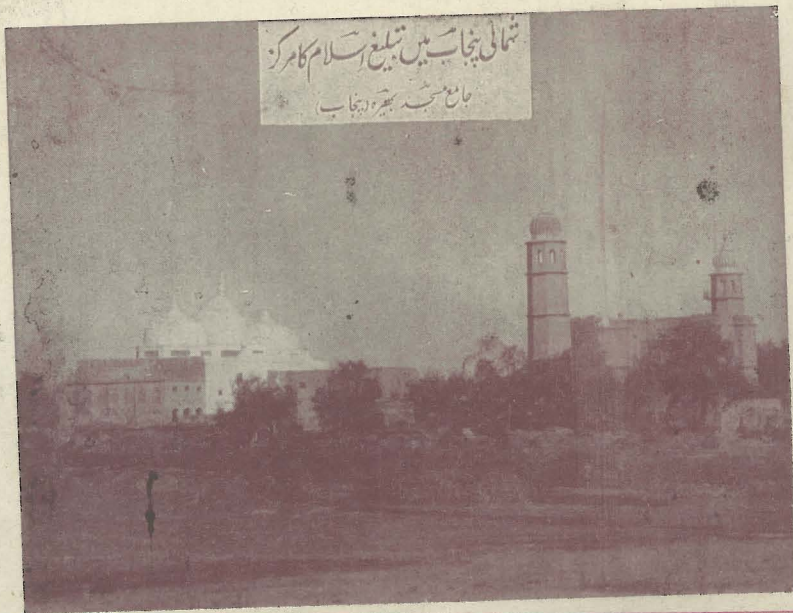


شمس الاسلام

ماہنامہ



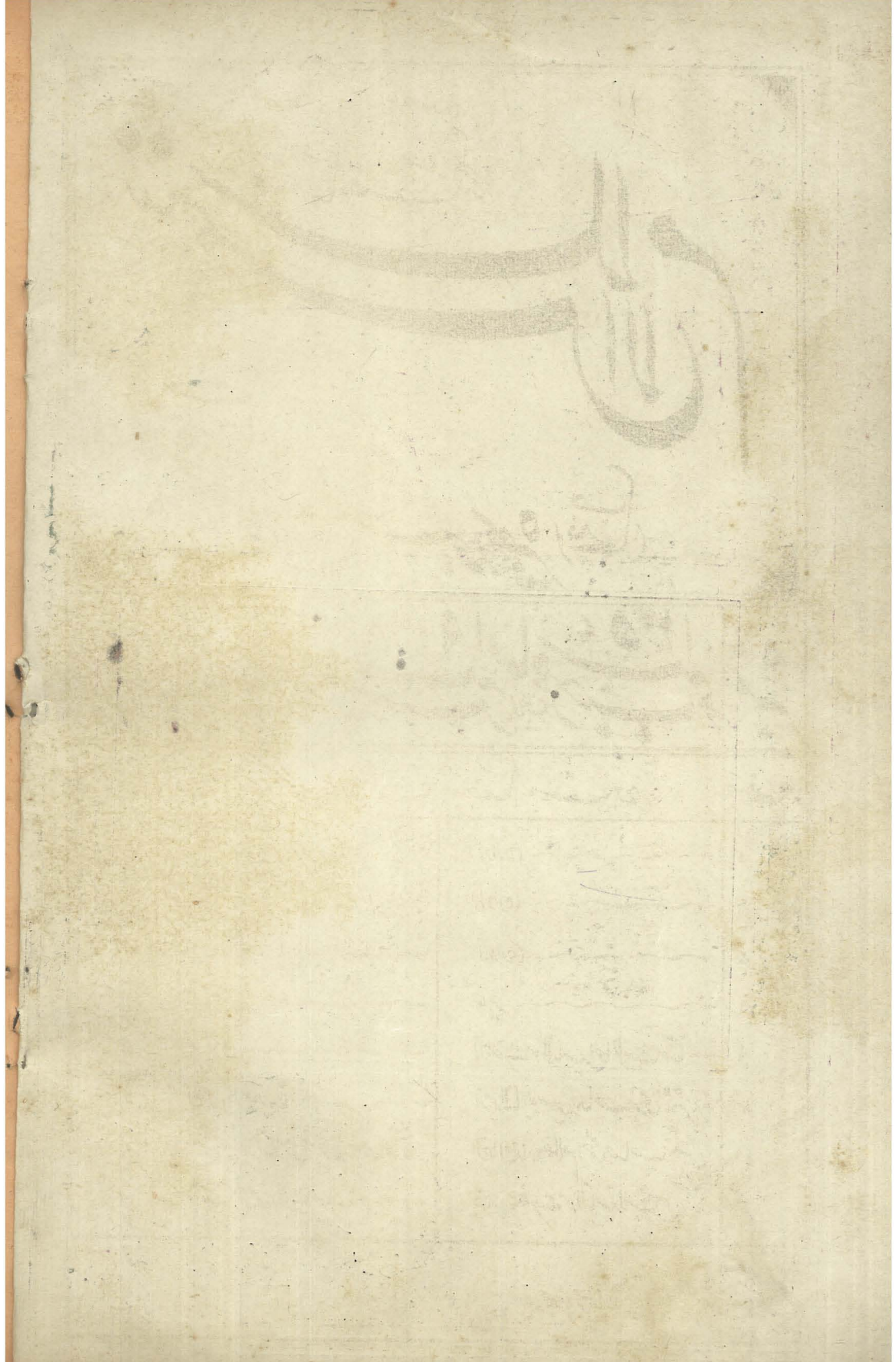
شمالی پنجاب میں تبلیغ اسلام کا مرکز
ماہنامہ شمس اسلام لاہور

حضرت مولانا محمد ابرار صاحب بکوی
امیر حزب انصار مجید
پنجاب

نائب مدیر
افتخار احمد بکوی

سالانہ چھپو
ڈیزائنر و پریس

لاہور



شہرِ مہتمم

مقامِ اشاعت

جامع مسجد بھیرہ (پنجاب)

جلد	باب	تہ	ماہ	شمار	نمبر
۱	۱۳۵۷	۱۹۳۸	۱۳۵۷	۱۹۳۸	۱۳۵۷
۱	سورۃ قبل کی تفسیر اور علامہ فری (تفسیر القرآن)	۱	ادارہ	۲	صفحہ
۲	باب الحدیث، عورتوں کا اکیلے سفر کرنا جائز نہیں	۲	ادارہ	۶	
۳	تناوی قاسمیہ (باب الکفالہ)۔	۳	ادارہ	۷	
۴	عرض حال	۴	مدیر	۸	
۵	حرم نبوی	۵	آحضرت مولانا سید ابواللیث صنا	۹	
۶	شیعوں کا عقیدہ امامت	۶	از مولانا ابوسعید صاحب بنری اطرہ مدینہ	۱۳	
۷	نگار سنی اور کتب شیعہ کی نیسوں ملاقات	۷	از خان زادہ غلام احمد صاحب نگار	۱۸	
۸	کشف التباس	۸	جناب حضرت مولانا سید لایت حسین صنا	۲۵	
کتابہ نذر کاتبین، مقیم جامع مسجد بھیرہ (پنجاب)					

تفسیر القرآن

سورہ فیل کی تفسیر اور مہ فرای

الحمد لله وحده والصلوة علی من لا نبی بعدہ

جناب مولانا حمید الدین فرای نے قرآن مجید کی ایک ضخیم تفسیر عربی میں لکھی ہے جس میں انہوں نے بائبل کو اسلامی روایات پر ترجیح دی ہے اور اپنے اجتہادات کو اقوال سلف اور منسلکات مفسرین سے زیادہ معتبر سمجھا ہے، جن میں سے ایک واقعہ یہ بھی ہے۔

دائرہ اعلیٰ کے سرانے میرے سلسلہ حمیدیہ میں سورہ فیل کا اردو ترجمہ ایک جیبی ساڑھ رسالہ علامہ فرای اور رسالہ کی شکل میں شائع کیا ہے جو آج ہمارے سامنے موجود ہے جسکی ضخامت ۱۱۲ صفحات تک ہے مترجم نے کمال با نفشاری سے ترجمہ کیا ہے گو اصل تفسیر ہمارے سامنے موجود نہیں مگر غالباً مترجم نے مطالب ترجمہ کا حق پورے طور پر ادا کیا ہے اگرچہ بعض اشعار کو بغیر ترجمہ کے ہی چھوڑ گیا ہے جسکی وجہ ہمارے نزدیک صرف یہی ہے کہ اس نے ان کی ضرورت نہ سمجھی ہوگی یہ رسالہ سرانے میر میں چھپ کر ۱۹۳۷ء میں شائع ہو چکا ہے۔

اپنے نزدیک کے ہر مسلمان اس سائنس فرای نے جو واقعہ فیل بیان کیا ہے وہ تمام روایات اسلامیہ کے خلاف ہے اور یہ مخالفت کچھ آپ سے ہی وابستہ نہیں بلکہ سب اردو تفاسیر کا دلولہ اجتہاد جدید کے علمبرداروں کے دماغوں میں جو جنم ہوا تو سب سے قرآنی تفاسیر مختلف پیروؤں میں نظر آنے لگی ہیں اور یہاں تک یہ اجتہادی سیلاب موجزن ہو رہا ہے کہ اسلام کی حقیقت کو ایک قلم جھوٹ بے بنیاد اور لغو قرار دے چکے ہیں اور صاف اعلان کر چکے ہیں کہ چونکہ اگلے زمانہ میں وسائل تحقیق بہت کم تھے کتب اور علوم و انجازات کا سلسلہ محدود تھا اس لئے دشمنان اسلام ہود و نصاریٰ نے موقعہ پا کر اپنی روایات کا ذریعہ اسلام کے پردے میں اسلام کا اصلی رخ سیاہ کر دیا تھا، مگر آج چونکہ شائع علمی باخراطہ میاں جاتے ہیں تفسیر و تحریر کے سلسلہ کی گرم بازاری ہے اور تحقیق و تدقیق کے وسائل کی سہولت اظہر من الشمس ہو اس لئے انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ اسلامی اوقات اور مسائل پر از سر نو تحقیق کر کے حقیقت اسلام کو آشکارا کر دیا جائے گو یہ جذبہ اصلاحی کسی حد تک اخلاص نیت پر مبنی ہے مگر اس میں وہی دو غریباں موجود ہیں جنکی شکایت کچھ مدت سے کی جا رہی ہے۔

اولیٰ یہ کہ آج کل کے تحقیقین کی مذہبی تحقیقات کا اساس استدلالی ہی یہود و نصاریٰ کے تحقیق جدید میں روایات برزی ہے گو یہ فرق موجود ہے کہ زمانہ قدیم کی اسرائیلی روایات ہمارے اسلام کے پسلی خرابی پیش نظر نہیں جو بائبل میں درج نہیں۔ اور زمانہ حال میں صرف بائبل کے کچھ ایسے سرفراہوں کو تحقیق کی گسوئی مقرر کیا گیا ہے مگر اس میں شک نہیں کہ جو ازام سلف پر قائم تھا وہ آج ان پیچھے قیام ہے جو اسلام پر ہاتھ

صاف کر رہے ہیں یہ حقیقت غالباً تمام محققین زمانہ حال پر آشکار ہو چکی ہوگی۔ لیکن باوجود اسکے عیسائی اور یہودی روایات کو کیوں ترجیح دی جاتی ہے؟

اس کی وجہ صرف یہ معلوم ہوتی ہے کہ انگریزی محققین نے صاف لکھ دیا ہے بلکہ عیسائی مشنریوں نے اعلان کر دیا ہے کہ جو اسلامی واقعات روایات ہیں ان کا تطابق صرف اس تورات و انجیل کیساتھ ہے جو زمانہ جاہلیت میں عرب کے جاہل یہودیوں یا عیسائیوں کے پاس غیر محفوظ غلط اور محرف ہو کر موجود تھیں ورنہ بائبل کا مجموعہ اساطیر اسلامی روایات سے تطابق نہیں رکھتا جو آج کل یورپ کے نزدیک صحیح تسلیم کیا جا چکا ہے اب ہمارے محققین کو یہ کہہ دئیے کہ وہ ہو کھینچ تان کر قرآن کو بائبل کی روشنی میں سمجھا جائے تاکہ اسلام کا یہ دعویٰ بھی صحیح ہو جائے کہ قرآن شریف تورات و انجیل کا مصدق ہے اور آخر ان بھی اٹھ جائے کہ وہ بائبل کی نصیحتیں نہیں کرتا۔ اس لئے یہ لازمی نتیجہ تھا کہ اسلام کی تفاسیر کو غیر معتبر سمجھ کر اپنی تحقیقات کو بانس پر چڑھانا جاتا۔

دوسری نرابی یہ ہے کہ آج کل کی تحقیقات جدیدہ نے جہاں تک آزادانہ، پلوا اختیار کیا ہے۔ کہ تحقیق جدید میں } اہل تفسیر ایک اسلام جدید کو بنیاد ڈالنے سے بھی دریغ نہیں کرتے بلکہ یوں کہا جا سکتا ہے کہ دوسری خرابی } ہر ایک اسلام نہیں بلکہ اسکی کثرت روز افزوں ترقی پر علوہ گزیر ہی ہے۔

موجودہ اردو تفاسیر کا } اور اصلی اسلام کے عنوان سے مختلف تعلیمات کے مسودات پیش کئے جا رہے ہیں جن کا آپس میں بھی آپ و دانش کا بغیر نظر آتا ہے نمونہ کے طور پر آپ نرائی تفاسیر پر نظر ڈالئے۔ جا بجا اس میں گتھم گتھا } اسلام کی توہین و تحجیل سے ہمیز ہیں اس کے بعد اہل قرآن کی تفسیریں مطالعہ فرمائیے وہ کچھ اور ہی ٹانگ رہی ہیں ننائی پادری تفسیروں کا جائزہ لیں تو اور ہی سماں نظر آتا ہے دارالمصنفین اعظم گڑھ کی تفسیری تحقیقات مذہب اعتزال کے اجراء و ترویج میں کوشاں دیکھی جاتی ہیں علی گڑھ جو ان تمام تفاسیر کا سرچشمہ ہے۔ وہاں کی تفسیریں اسلام کی برعکس انداز تحجیل و توہین کرتی ہیں کہ گویا خدا کی طرف سے علی گڑھ میں بائبل کے اجراء و ترویج کیلئے ایک وحی جدید کی بارش ہو رہی ہے اور خیانت اللہ مشرقی کا تذکرہ ان سب کو جنم رسید کرتا ہے اور ان مخالف تفاسیر جدیدہ کے علاوہ باقی ادویجی عربی فارسی تفاسیر کا ڈھیر ہو جاتا ہے جو اسلام کی تفسیر ایک نئے دھنگ میں پیش کر رہے ہیں جن میں وادیک فراہمی صاحب کی بھی تفسیر شائع کی جا رہی ہے۔

قرآن مجید کی ضرورت اور } یہ عجیب تماشا کی بات ہے کہ جب قرآن مجید کی ضرورت اور اس کی صداقت پر بحث کی جاتی مناظرین کی مخالفت سیانی } ہے تو صاف کہا جاتا ہے کہ چونکہ صحف آسمانی رہا ہیں باقی نہیں تھے یا بارے نام تھے۔ تو ان میں تبدیل و تفسیر یا انسانی دست تصرف کے تغیر و تبدل اور محو اثبات نے انکی اصلیت مٹا دی تھی۔ اس لئے ضرورت تھی کہ از سر نو احکام الہی کا کالیک دستور العمل دینا کے سامنے پیش کیا جائے جو مبرا یا صحف متحدہ

کا نچڑ اور عالم ترقی کا مجسم رہے ہو اور اس کی نسبت یہ قطعی فیصلہ کیا گیا ہو کہ دنیا کے آخری لمحہ حیات تک وہ بدستور بغیر تبدیل و تنسیخ کے قائم رہے گا سو وہ مجموعہ قرآن مجید ہے جو آج تیرہ سو سال تک بھی اپنی اصلیت کے ساتھ دنیا میں موجود ہے بر خلاف اس کے تورات و انجیل اپنے ابتدائی مراحل میں ہی ایسے صحیفہ متقدمہ میں داخل میں جن میں افسانہ پروازی اور حکایت سازی نے اپنا دخل دیکر ان کی اصلیت کو مٹا دیا تھا۔ اس لئے وہ قابل اعتبار نہیں رہے مگر ساتھ ہی جب یہ دعویٰ پیش کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید تورات و انجیل کا مصدق ہے تو جھٹ بائبل کو پیش کیا جاتا ہے جس کو غیر معتبر ثابت کیا جا چکا تھا اور اسلامی روایات کو یہود و نصاریٰ کی افسانہ سازی سمجھ کر چھوڑ دیا جاتا ہے اور بائبل کو محققین یورپ کی مصدقہ کتاب آسمانی تصور کر کے تفسیر قرآنی کو بائبل کے ڈھانچہ میں ڈھال کر یہ کوشش کی جاتی ہے کہ یہ دونوں کتابیں ایک منصہ شہود پر جلوہ گر نظر آنے لگیں تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس کتاب کو منسوخ سمجھا گیا اس کو قرآنی مضامین کے سمجھنے میں کیوں پیش کیا جا رہا ہے تو اس کا جواب سوائے اسکے کچھ نہیں دیا جاتا۔ کہ یہود و نصاریٰ کی تعلیم آسمانی نزول قرآن کی تین پہلی وجود میں موجود نہ تھی۔ اس لئے قرآن نے اس کو آسمانی آھوا کے لفظ سمو تعبیر کیا ہے جس کا مطلب ہے کہ ان کے پاس کچھ تاریخی افسانے موجود تھے جن میں خال خال کلام کا بھی ذکر آ جاتا تھا۔ مگر یہ تاریخی افسانے عرب کے یہود و نصاریٰ کے پاس ان افسانوں سے کچھ مختلف تھے جو آج بائبل کی شخصیت میں محققین یورپ کی طرف سے پیش کئے جاتے ہیں کیونکہ بائبل میں بعض مقامات پر ایسے جاسور اور اور ناممکن الوجود افسانے پیش کئے جاتے ہیں کہ جن کا وجود عرب کے افسانوں میں نہیں پایا جاتا اور عرب کے افسانوں میں چند ایسے واقعات درج تھے کہ جن کی تصدیق قرآن مجید نے کی ہے اور بعض کو افسانہ ہی رہنے دیا۔ مگر آج دنیا کے انقلاب نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ جو عرب میں اسرائیلیات کا مجموعہ تھا وہ قابل اعتبار نہیں رہا۔ کیونکہ قرآن مجید ان کا کچھ نہ کچھ مصدق ہے اور بائبل کا مجموعہ جو متعدد دفعہ ترمیم و تنسیخ کے بعد جمع کیا گیا ہے قابل اعتبار ہے۔ کیونکہ محققین یورپ نے اور عیسائی مشن نے اسے قبول کر لیا ہے اور اسرائیلیات عرب کو ناقابل اعتبار سمجھاؤ تو گویا آج کل کے منسوخ تقلید یورپ میں پھنس کر اپنے اسلاف اسلام کی پتیل تو وہیں جڑے ہوئے ہیں کہ انہوں نے بائبل کو پیش نظر نہیں رکھا تھا اور ضرورت تھی کہ قرآن مجید کو بائبل کا مصدق ثابت کرنے میں ایسی تفسیر لکھی جائیں کہ جن میں انگریزی تعلیم و تحقیق کا طریق تعلیم نظر آنے لگے چنانچہ آج تفسیر نویسی کا مول ایک بھی قرار دیا گیا ہے کہ عربی الفاظ کو تاریخی عنوانات سمجھ کر ایک افسانہ گھڑ لیا جائے جیسا کہ مسیح قادیانی نے اسی اصول پر مسیح کی وفات اور کثیر میں مسیح کی قبر ثابت کی ہے۔ اور آج جناب فراہی بھی یہ ثابت کر رہے ہیں کہ واقعہ میل میں عرب اور اصحاب نبیل میں تین روز لڑائی ہوئی تھی اور اس امر کی مطلق پرواہ نہیں کی کہ آیا ان پر افسانہ سازی کا الزام قائم ہوتا ہے یا نہیں یا یہ کہ اس افسانہ کی تصدیق اسلام کی گذشتہ اور قدیم تاریخ یا روایات سے بھی ہوتی ہے یا نہیں خلاصہ

بائبل کا اختلاف اور اتحاد

بائبل کے کتب میں تنسیخ

مطلب ہے کہ آج طرز تحقیق کو خداوندان یورپ الفاظ کے رد و بدل کے پیرایہ میں پیش کر رہے اور کئی ایک افسانے عیسائی مشنریوں نے اسلام کے خلاف گھر طر کھے ہیں تو دلدادگان تمدن یورپ کا نام یہ اختیار آج بھی طریق تحقیق ہو رہا ہے کہ الفاظ کی شکست سخت کی فراہمی سے ایک ایسا افسانہ تیار کر لیا جائے کہ جس میں حدت طبع پر آفرین کے نعرے لگائے جائیں یا کم از کم ان شبہات کی تردید موجود عیسائی یا آریہ مذہب کی طرف سے پیش کئے جاتے ہیں اور یہ تردید بھی ایسی ہو کہ واقعات ہی کو تبدیل کر لیا جائے یا انکا شک و شبہ کا خزانہ بھی وہاں تک نہ رہ جائے اور اعتراضات کا اڑا ہی اٹھ جائے لیکن اس کا سرے سے انکار کیا جائے ہے

مخالفین اسلام کو اس جدید افسانہ طرازی سے یہ یقین ہو چکا ہے کہ مسلمان اہل قلم حضرات چونکہ طاقت مہمانی نداشت خانہ جہاں گذشت کے مطابق قدیمی اور مصدقہ واقعات اسلامیہ کے شبہات کا جواب نہیں دے سکتے تھے اس لئے سرے سے انہوں نے یا تو واقعات کا انکار کر دیا ہے اور یا اس کی ایسی نوعیت پیش کی ہے کہ اعتراض پیش ہی نہ ہو سکے گویہ طرز جدید کسی قدر مداخلت کا کام دیتی ہے لیکن اسلام کا رعب یا تو ان مجید کی صداقت مخالفین اسلام کے دل میں باقی نہیں رہنے دیتی کیونکہ وہ سمجھ چکے ہیں کہ اسلام قدیم پرورد جدید کے مسلمانوں کا ایمان ہی نہیں ہے اور یہ دیکھ کر اور بھی چھوئے نہیں سماتے کہ اہل اسلام کا وہ دعوئے کہ اسلام قابل ترمیم نہیں ہے خود مسلمانوں کے ہاتھوں سے غلط ثابت ہو رہا ہے مزید برآں کہ اسلامی ترمیم و تفسیر ایک طرز کی بھی ہوتی تو کوئی بات بھی تھی مگر یہاں تو یہ اندھیر ہے کہ ایک مفسر دوسرے کی ناک کاٹ رہا ہے قادیانی تفسیر بائبل کی طرح افسانہ طرازی میں سب سے بڑھ کر نمبر ۱ کی ہیں قرآن کے تمام واقعات کو بدل کر دنیا کے سامنے اپنے زعم میں اس کا ایک ایسا روشن پہلو پیش کیا ہے جس میں یہ ضروری سمجھا گیا ہے کہ ہر ایک آیت میں سچ قادیانی کی صداقت پیش کی جائے علی گڑھی تفسیریں تمام فقہ و اسلامی سے آزاد کر کے دنیا کو نصرانیت میں جذب ہونے کی دعوت دے رہی ہیں سیاسی اہل قلم کی تفسیر کی اصلیت سیاست وطن پرزائمت کی گئی ہے اور دراصل بالشویک تحریک پھیلانے میں مختلف اقوام ہند میں اپنے آپ کو جذب کرنے کی تملقین کر رہی ہیں اور دعوت دیتی ہیں کہ سرمایہ داری کو ٹٹا کر روسی اصول زندگی پر غلط آمدیش کر کے دنیا کے اسلام کو وحشت اور بربریت کا درس دیا جائے۔ وہابی تفسیر کا رخ دو طرح پر ہے ایک یہ کہ جا بجا یہ ظاہر کیا ہے کہ صوفی اور حنفی مشرک اور جنت میں دوسرا پہلو یہ ہے کہ مخالفین اسلام کی جوابدہی میں وہ پہلو اختیار کیا جائے جو اہلسنت کے خلاف ہوتا کہ لوگ یہ سمجھ جائیں کہ یہ مولانا بھی اس وقت کے امام لکھنویا مجدد وقت ہیں اہل قرآن کی تفسیر میں انگریزی تمدن کے اختیار کرنے کا پورا مظاہرہ ہے اور اس نظریہ کی دعوت دی جا رہی ہے کہ قرآن مجید نے جس اجمالی رنگ میں یا جس نرمی اور سادگی میں احکام پیش کئے ہیں ان کو انہی رنگ میں واجب التعمیل سمجھا جائے اور واقعات بھی نہ تاریخ اسلامی کے مروجہ منہ منت رہیں اور نہ روایات اسلامی کے دست نگر میں بلکہ جس قدر ممکن ہو بائبل کے شرمندہ احسان ہوں اخیر علامہ شرقی نے قرآنی تعلیم

صرف دس اصول میں منحصر کر دی ہے اور باقی تعلیم کو ناقابلِ تعمیل قرار دیدیا ہے بہر حال مخالفین اسلام اس باہمی شک و شبہ اور اختلافات ائمہ کیپ و توہین دیکھ کر کمالِ خوشی سے چھوٹے نہیں سماتے اور اپنے مجالس مذہبی میں کھلے الفاظ میں کہہ رہے ہیں کہ ہم یہی چاہتے تھے کیونکہ علامہ نے سمجھ لیا تھا کہ اسلامی تفاسیر نے خیالات کو اس قابل کر دیا ہے کہ اونے اشارہ سے ارکانِ اسلام کو تیر باد کہہ دینگے،
(باقی آئندہ)

باب الحیث

عورتوں کا کیسے سفر کرنا جائز نہیں

(۱) لا تسافر المرأة مسيرة يومين الا ومعهما زوجها او فمحم منكم ولا صوم في يومين الفطر ولا ضحیٰ (بخاری شریف)

(۱) کوئی عورت دو دن کی مسافت کا سفر اپنے خاوند یا محرم کے بغیر نہ کرے۔

(۲) لا یحل لامرأة ان تومن بالله والیوم الاخر ان تسافر مسيرة یوم وليلة الا مع ذی محرم (کنز العمال - کتاب السفر)

(۲) اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لانیوالی عورت کے لئے بغیر اپنے محرم کے ایک دن اور ایک رات کی مسافت کا سفر کرنا بھی جائز نہیں۔

(۳) لا تسافر المرأة الا مع ذی محرم ولا یحل علیها رجول الا ومعهما محرم (کنز العمال - ابن عباس)

(۳) کوئی عورت اپنے محرم کے بغیر سفر نہ کرے اور کوئی آدمی اس کے پاس محرم کی عدم موجودگی میں نہ جائے۔

(۴) لا تسافر المرأة بريد الا ومعهما محرم یحرم علیها (کنز العمال - ابی ہریرہ)

(۴) کوئی عورت اپنے محرم کے بغیر ایک منزل کا بھی سفر نہ کرے۔

(۵) لا تسافر المرأة ثلاثة اميال الا مع زوج او مع ذی محرم (طبرانی عن ابن عباس)

(۵) کوئی عورت تین میل کا سفر اپنے خاوند یا محرم کے بغیر نہ کرے۔

آقائے امامت و اجاد مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کی روشنی میں اس زمانہ کے دستور و رواج پر غور کرو مسلمانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان احکام سے روگردانی کر کے اپنے آپ کو تنہا ہی کے گڑھے میں ڈال دیا ہے یہیلوں، عرسوں اور بزرگانِ دین کے منازات پر اپنی عورتوں کو ناحرموں کے ساتھ روانہ کرنے والے عبرت حاصل کریں۔ پنجاب میں سپروں سے پردہ لگنا اور سپروں کے ہمراہ عورتوں کا سفر کرنا معیوب نہیں سمجھا جاتا ہے غیرت خاوند اپنی عورتوں کو بلا دروں میں خرید و فروخت

کے لئے روانہ کر دیتے ہیں اور اکثر اوقات ایک دیہاتی عورت دقل دقل میں سفر کرنے کے بعد قبضہ کے بازار میں پہنچ کر دوکانوں سے سودا خرید کرتی ہے اور شام کو جب گھر میں پہنچتی ہے تو اس کے اقرباء کو اس کے اتنی دیر غیر حاضر رہنے کا احساس تک بھی نہیں ہوتا۔

تحقیق المسائل

فتاویٰ قاسمیہ

بَابُ الْكِفَالَةِ

استفتا ایک شخص نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا اور وقت نکاح کا باپ منکوحہ کے مہر کا ضامن مقرر ہوا۔ اور اسی مجلس میں منکوحہ کے نائب یعنی باپ نے اس کفالت کو قبول کیا پس اگر منکوحہ کفیل مہر سے مطالبہ مہر کرے تو اس کو حق مطالبہ پہنچتا ہے یا نہیں **بَيِّنُوا قُجُورًا** صورتہ مسئلہ عنہا پس چونکہ کفالت صحیح ہے اس لئے منکوحہ کو کفیل مذکور سے مطالبہ مہر کا حق **اجواب** حاصل ہے صحت کفالت مذکورہ کی دلیل کنز الدقائق کی یہ عبارت ہے۔

وَصَحَّ ضَمَانُ الْوَلِيِّ الْمَحْصَرِ (باب المہر)
ایسا ہی درختار و دیگر کتب فقہ میں لکھا ہے، بحر الرائق کی عبارت ذیل سے بھی استحقاق مطالبہ ثابت واستفید من حجة الضمان ان لها مطالبة الولی ومطالبة الزوج الخ اور کنز میں ہے:-

”وَتَطَالِبُ زَوْجَهَا أَوْ وَلِيِّهَا“ (باب المہر)

منویر اور درختار میں لکھا ہے:-

وتطالب ایا شاءت من زوجها البالغ او الولی الضامن“ (باب المہر)
ان عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ باپ کا کفیل مہر ہونا درست ہے اور منکوحہ اس مہر کا مطالبہ کر سکتی ہے۔

حضرت علامہ مولانا مولوی مفتی سید غلام رسول الحنفی القاسمی الامرتسری (قدس سرہ)



عرض حال

تبلیغ احکام الہی } ماہ اگست میں امیر حزب الانصار نے بعیت مولوی حبیب اللہ صاحب مولوی عبدالرحمن صاحب علاقہ لنگر مخدوم ضلع جھنگ کا دورہ کیا۔ لنگر مخدوم، چنگڑا نوالہ، کانڈیوال، پکھولہ میں شاندار جلسے منعقد ہوئے۔ پکیم میں میزرائیوں سے ختم نبوت پر کامیاب اور مختصر مناظرہ بھی ہوا علاقہ مھسہ میں حزب الانصار کی مساعی جمیلہ سے رفض و میزرائیت کے جرائم کو پیغام اجل مل چکا ہے۔

مولوی حبیب اللہ صاحب اور مولوی عبدالرحمن صاحب نے چک ۳۲ جنوبی چک ۳۳ جنوبی چک ۳۴ جنوبی اور چک ۳۵ جنوبی میں بھی میزرائیت کے خلاف تقاریر کیں۔ مولوی منیر شاہ صاحب نے اس عرصہ میں علاقہ جمن کا دورہ کیا۔

تبلیغ کتابیں

سودائے میزرائی اس رسالہ میں طبی دلائل اور مزرائی کی تحریرات سے یہ ثابت کیا ہے کہ مزار اعلام احمد قادیانی نبی تھے نہ مسیح نہ مجدد تھے نہ ولی۔ بلکہ مرض مایخولیا کے مریض تھے ان کے کل الہامات اور دعاوی محض مرض مایخولیا کے باعث تھے یہ رسالہ اب دوبارہ مع اضافہ کے طبع ہوا ہے حسین فاضل مولف نے میزرائیوں کی بعض تحریروں کو دندان شکن جواب دیا ہے قیمت پانچ آنہ (۵/۰)

حرمتِ تحریر داری قراءے، فی سینکڑہ عام

سینف المسلمون اس کتاب میں مولانا ابوالفضل دیر نے مسئلہ خلافت پر مقررہ بحث کر کے خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خلافت حقہ قرآن مجید کی آیات سے ثابت کی ہے اس کتاب میں فیض باری اور تغریہ داری اور آئینہ مذہب شیعہ کے رسائل بھی شائع کئے گئے ہیں علامہ اصفہانی مجتہد مذہب شیعہ کا فتویٰ دوبارہ عدم جوازِ بدعتِ محرم بھی شائع کیا گیا ہے قیمت ۸/۰

رکعات ترویج میں رکعت نزوح کا ثبوت قرآن و حدیث آثار اجماع امت فی سینکڑہ عام

مینجر شمس الاسلام بھیرہ (پنجاب)

حرم نبوی

(اسلسلہ اشاعت گذشتہ)
ان فلت یا سراج الصبا امراضا الحبیب الاحرم
بلغ سلام روضۃ فیہا النبی المحترم
(از حضرت امامت ابوالملیک حسنا)

یہ شہر حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضا عتہا کائنات اور اسی کی تشریح میں یہ دونوں مضمون ہیں پہلی قسط میں مصرعہ اولیٰ کی تشریح تھی اور اس دوسری قسط میں مصرعہ ثانیہ کی تشریح کی جا چکی، ناظرین سے التماس ہے کہ اگر پہلی قسط دہن میں محفوظ نہ ہو تو بہت بہتر ہے ورنہ پھر ایک بار تکلیف گوارا کریں اور شائع شدہ مضمون کو پڑھ کر آج کا مضمون ملاحظہ فرمائیں۔

گاہے گاہے باز خواں این دفتر پارینہ را تازہ خواہی داشتن گردا غمائے سینہ را
حجرہ شریف نہایت عمدہ صنعت و کاریگری کے ساتھ تیار کیا گیا ہے اس کو ۱۱۰۰۰ مربع فٹ میں سلطان قاضی نے بنایا تھا اس کا ایک دروازہ روضہ شریف کی طرف ہے جس کا نام باب الرحمتہ یا باب الوفود ہے اسی دروازہ کی طرف جنوبی سمت میں ایک درجہ ہے جس کو حجاج شباک التوبہ کہتے ہیں، چنانچہ حیووت اس درجہ کے سامنے کھڑے ہو کر عرض و معروض کرتے ہیں تو اس طرح اپنی قسم میں اس درجہ کا ذکر کرتے ہیں وحیۃ النبی الذی وضعت یدہ علی شباک، حجرہ شریف کا ایک راستہ قبلہ کی سمت بھی ہے لیکن یہ صرف نہایت سخت اور ہولناک موقعوں پر دعا اور استغاثہ کی غرض سے کھولا جاتا ہے حجرہ نبوی یا مقصورہ نبوی کے متصل ہی شمالی جانب حضرت سیدۃ النساء فاطمہ زہرا کا مقصورہ ہے مقصورہ نبوی کے جنوبی اور شمالی ضلعوں کا طول ۱۱ میٹر ہے اور مشرقی و مغربی اضلاع کا طول ۵۱ میٹر ہے۔ اس مقصورہ کے چاروں زاویوں میں بڑے بڑے ستون ہیں جو ایک ٹھوس پتھر سے تراش کر چھت کی بلندی تک بنائے گئے ہیں، قبہ کی بنیاد انہیں ستونوں پر قائم ہے۔

حضرت فاطمہ زہرا کا مقصورہ جنوب کی طرف ساڑھے میٹر طویل ہے اور شمال کی طرف فقط چودہ میٹر ہے اور مشرق و مغرب کی طرف تقریباً ساڑھے سات میٹر طویل ہیں اس مقصورہ کے دو دروازے ہیں ایک مشرق کی طرف اور دوسرا مغرب کی طرف ہے ان دونوں دروازوں کے درمیان اس مقام پر جہاں اکثر راویوں کے بیان کے مطابق آپ مدفون ہیں

ایک قبر بنائی گئی ہے۔

بڑا مقصودہ حجرہ نبوی اس کے تعمیر کیا گیا ہے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرما ہوئے تھے اور اسی جگہ وفات کے دوسرے روز آپ مدفون ہوئے تھے۔ کیونکہ آنحضرت کا ارشاد تھا قبض نبی الا دفن حیث قبض آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سر مبارک مغرب کی طرف ہے جب ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ ہجری کو حضرت ابوبکر صدیق رحمہ کا انتقال ہوا تو ان کی قبر حضور اقدس کے پہلوئیں شمال کی جانب بنائی گئی، حضرت صدیق کا ستراجہ دار مدینہ کے پاؤں کے سامنے ہے اسی طرح جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے تو آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اجازت چاہی کہ میں بھی افضل البشر بعد الانبیاء کو خاتم انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار میں جگہ پاؤں چنانچہ چل شنبہ کے روز ۲۴ ذی الحجہ ۳۳ھ ہجری کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اجازت سے وہیں مدفون ہوئے آپ کا سر حضرت ابوبکر کے کندھوں کے سامنے ہے ان تینوں مقدس قبروں پر ایک نہایت خوشنما پانچ اضلاع والی عمارت تعمیر کی گئی اس عمارت کی بلندی چھ میٹر سے زیادہ ہے سب سے پہلے اس مقصودہ کی تعمیر کا فخر حضرت عسرو بن عبدالغیز کو حاصل ہوا اسکی بنیاد نہایت عمیق رکھی گئی ہے اور اس کی عمارت پنج پہل تعمیر کی گئی ہے تاکہ خانہ کعبہ کی مشابہت نہ ہو اس عمارت میں ان تینوں مقبروں کے علاوہ ایک چوتھی قبر کی بھی گنجائش ہے اور یہ جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کیلئے ہے جب وہ قیامت کے قریب آسمان سے نزول فرما ہونگے تو وفات کے بعد یہیں مدفون ہونگے۔

نور الدین زنگی کو جب وہ صلیبی حملہ آوروں سے ۷۵۵ھ ہجری میں برسر پیکار تھا انجری کی صلیبی لشکر کے لوگ کسی تدبیر سے آنحضرت کے جسد مقدس کو چالے جانا چاہتے ہیں چنانچہ نور الدین نے اس ناپاک ارادہ کی اطلاع پاکر حجرہ شریف کے گرد ایک دوسرا احاطہ قائم کرنے کا حکم صادر فرمایا اس احاطہ کی بنیاد سطح آب تک پہنچی ہوئی ہے نیز اس سے اس کے دائرہ کو سیسہ ڈھال کر اس قدر مستحکم و استوار بنادیا ہے کہ اب کسی طرح زمانہ کا ہتھوڑیاں تک پہنچ ہی نہیں سکتا ہے۔

حجرہ شریف پر چریز بننے کا ایک پردہ پڑا رہتا ہے جس پر نہایت خوشنما حروف میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے اس کے علاوہ اور دوسرے پردے بھی ہیں جن پر مملکات محمد ابا احد من رجا لکم و لکن رسول اللہ و حکم النبیین لکھا ہوا ہے اس کے درمیان میں دائرے بے بے ہوئے ہیں جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء گرامی لکھے ہوئے ہیں اس پردہ سے ڈھائی میٹر کی بلندی پر ایک پردہ ہے اس کا عرض تین سنٹی میٹر ہوتا ہے اس پر سونے کے تاروں سے اس بادشاہ کا نام لکھا ہوتا ہے جسے ان پردوں کے بنانے کا حکم صادر کیا ہے۔ یہ پردہ ہمیشہ دولت علیہ سے اس وقت بھیجے جاتے ہیں جب کوئی پناہ بادشاہ سر پر سلطنت پر جلوہ گر ہوتا ہے۔

مقصودہ شریف کے اوپر رونی درجہ کے درمیان تقریباً تین میٹر کی وسعت کا ایک راستہ ہے جسکے جنوبی گوشہ

میں ایک کرسی پر بیٹھ کر ایک قرآن مجید رکھا ہوا ہے اس کو حجاج بن یوسف ثقفی نے ہدیہ کیا تھا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ مصحف ان چھ مصاحف میں سے ہے جن کو خود حضرت عثمان نے لکھوایا تھا۔

حجرہ شریف کا آسمان سونے چاندی کے ستاروں سے جگمگا رہا ہے خصوصاً رونے مبارک کے سامنے جنوبی طرف بہت سی سونے کی قندیلیں ہیں ان میں سے اکتیس قندیلیں الماس، زمرد اور یاقوت سے مرصع ہیں اور ہونکی زنجیروں میں آویزاں ہیں حجرہ شریف میں کل ایک سو چھ قندیلیں ہیں۔

روئے انور کے سامنے حجرہ کی دیوار پر ایک الماس براق رکھا ہوا ہے اس کا حجم کبوتر کے انڈے کے برابر ہے یہ الماس ایک مرصع سونے کے حلقے سے محیط ہے اس کی قیمت کا اندازہ آٹھ لاکھ پونڈ ہے لیکن اگر حجرہ شریف کی طرف منسوب ہونے کا خیال کیا جائے تو اس کی قیمت حد اندازہ سے باہر ہے اس کی چمک دمک اور خوبصورتی کے باعث لوگوں نے اس کا نام کوکب دری رکھا ہے یہ کوکب دری ایک سونے کے تختہ میں نصب ہے اور اس کا حلقہ دوسو ستائیس قیمتی جواہر کے ٹکڑوں سے مرصع ہے اس کوکب کو سلطان احمد اول بن سلطان محمد خان نے گیارہویں صدی کی ابتدا میں دیگر تحائف کے ساتھ بھیجا تھا کوکب کے نیچے جواہر سے مرصع ایک سونے کا پنجہ آویزاں ہے اس پنجہ کے وسط میں کوکب دری سے چھوٹا ایک الماس جڑا ہوا ہے اس کو سلطان مراد رابع بن سلطان احمد اول نے ستمند میں ہدیہ کیا تھا یہیں پر سونے کا ایک بڑا تختہ ہے جس پر نہایت خوبصورت خطیں الماس سے لکھی ہیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ منقوش ہے اسکو حضرت مآب عادلہ سلطانہ منت سلطان محمود نے ۱۲۹۱ھ ہجری میں نذر کیا تھا۔

حجرہ شریف میں علاوہ متذکرہ بالا اشیاء کے اور بہت سے بے بہا اور نادر المثل جواہرات ہیں جن کی قیمت کا صحیح اندازہ نہیں لگایا جاسکتا مثلاً ہیکل کی طرز کا ایک بڑا ٹکڑا جس پر الماس سے حضرت سیدہ فاطمہ زہراء کا نام منقوش ہے یہ قطعہ حضرت فاطمہ زہراء کے روضہ اقدس کے اندر مشرقی سمت میں رکھا ہوا ہے وہیں پر بڑے بڑے موتیوں کا ایک مار ہے اس کے علاوہ اور دوسرے بہت سے مارشیں بہا لودر جان کے رکھے ہوئے ہیں خاص سونے کے جواہرات جو مرصع کئے ہوئے بہت سے شمعدان ہیں ان میں سے دو شمعدان بڑے ہیں ایک کا طول تقریباً دو میٹر ہے ان دونوں کو سلطان عبد المجید خان نے ۱۲۷۹ھ ہجری میں اپنے تحائف کیساتھ ارسال کیا تھا۔ ان دونوں کے علاوہ دو شمعدان اور بھی ہیں جو سلطان محمود کے ہدیہ کئے ہوئے ہیں ان شمعدانوں کے قریب ہی موتیوں کی جاروب، اور قیمتی جواہر سے مرصع کئے ہوئے نیکھے نفیس مورچل اور مرصع بخوردان رکھے ہوئے ہیں یہ تمام چیزیں ان خزانوں کے علاوہ ہیں جو حجرہ شریف میں ناور اور بے مثال تحائف اور جواہر نگار مصاحف کی قسم سے موجود ہیں علاوہ ازیں بہت سی پہونچیاں بابا یاں وغیرہ بھی ہیں خلاصہ یہ ہے کہ حجرہ شریف کے ذخائر کی بابت اندازہ لگایا جلتا ہے کہ ستر لاکھ پونڈ سے کسی طرح کم قیمت کا مال امین نہیں ہے جس طرح ہر زمانہ میں بڑے بڑے سلاطین، امراء اور والیان ملک قیمتی ذخائر بے مثال جواہر بھیجتے رہے ہیں

اسی طرح ابدی لعنت کے مستحق اور دیکھ انفل کے رہنے والے بارداوٹ اور غارت کی غرض سے حجرہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر دست درازی کی جرأت کرتے رہے مثلاً تجار بن عقبہ نے شہہ سحری میں حرم مدنی کے ذخائر کو لوٹ لیا۔
سمہودی نے اس کے متعلق میں قنطار سونے کا اندازہ کیا ہے اسکے بعد شریف حسن بن زبیر منصور نے ۹۰۱ھ میں لوٹا اور بہت سی چیزیں لے گیا۔

تیرھویں صدی کے آغاز میں جب کہ حجرہ نبوی بشمار ذخائر سے محصور تھا تو محمد بن عبدالوہاب نجدی نے ۱۲۱۱ھ میں دست درازی کی اور تمام قیمتی چیزیں لے گیا اور بعض خیریں شریف غالب کے ہاتھ پچاس ہزار میں فروخت کر دیں اسکے بعد طوسن پاشا اور ابن سعود میں صلح ہوئی تو طوسن پاشا نے اسکے باپ کی بہت سی لوٹی ہوئی چیزیں دو تہہ مصری پونڈ میں اس سے خرید کر کے حجرہ نبوی میں واپس کر دیں ایسے ہی محمد علی پاشا نے بھی دباویں سے بہت سے ذخائر لے کر حجرہ شریف میں رکھوا دیں اسکے علاوہ خود محمد علی پاشا نے سونے کا ایک بڑا شمع دان اور دو چاندی کے شمع دان جن پر العبد المذنب محمد علی والی مصر شہ لکھا ہوا ہے حجرہ شریف کے نذر کئے ہیں۔ اسی طرح عباس پاشا اول نے چاندی کے بہت سے شمع دان اور دو لقرئی جھاڑ نذر کئے ہیں ایک جھاڑ محراب عثمانی میں آویزاں ہے۔ اس میں ۳۶ گلاس روشن کئے جاتے ہیں دوسرے جھاڑ میں تین گلاس ہیں یہ روئے مبارک کے سامنے آویزاں ہے ان کے علاوہ اور بہت سے بلور کے جھاڑ اور فانوس ہیں۔

سید پاشا اور خاندان خدیویہ کے بعض سنگیات کے بھیجے ہوئے بہت سے دوسرے خائف بھی موجود ہیں اس زمانہ میں سب سے آخری تحفہ حجرہ شریف میں پیش کیا گیا ہے وہ آخری خدیو مصر کی والدہ کی بھیجی ہوئی الساریاں ہیں تاکہ یہ آثار کریمہ بھی اس حجرہ میں محفوظ رہیں۔

خدام حرم سال میں تین مرتبہ حجرہ شریف کو دھوئے ہیں ایک ہر بیع الاول کو دوسرے پہلی جب کو۔ اور تیسرے ۲۸ ذیقعدہ کو اس رسم کے لئے اس روز بہت بڑا جمع ہوا ہے اور غسل کا متعل پانی شیشیوں میں امراء اور ولت مند مسلمانوں میں منبر کا تقسیم کیا جاتا ہے۔

ففسی الفداء لقب رانت ساکنہ
فیہ العفات و فیہ الجود وا لکم

کشف التلبیس جلد ثانی کا شائقین کو مدت سے انتظار تھا الحمد للہ کہ اس رسالہ کے ساتھ کشف التلبیس کی
مترودہ طباعت کا آغاز ہو گیا ہے۔ چنانچہ آخر کے سولہ صفحات کشف التلبیس پر مشتمل ہیں۔
(منیجر)

شیعوں کا عقیدہ امامت

(از مولانا ابوسعید صاحب بریلوی ایڈیٹر مدینہ)

سلسلہ اشاعت گذشتہ

اشاعت ماقبل میں یہ امر مخفی واضح کر دیا گیا ہے کہ حضرت علیؑ کی خلافت کے متعلق قرآن مجید بالکل ساکت ہو۔ اور اس میں کوئی نص قطعی ایسی موجود نہیں ہے جس سے اس خلافت پر استدلال کیا جاسکے۔ شیعہ حضرات اس سلسلہ میں جتنی آیات کو کھینچ کر اس واقعہ سے متعلق کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں، ان سب پر تفصیل کیساتھ بحث کی جا چکی ہے لیکن اس پر ایک اور پہلو سے بھی نظر ڈالی جاسکتی ہے اور وہ یہ کہ اگر قرآن مجید میں جناب امیر کی خلافت کے بارے میں مخصوص قطعہ موجود نہیں تو بعض شیعہ اہل علم کو قرآن میں تحریف کرنے کی ضرورت پیش آتی۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے شیعہ مجتہدین کی جانب سے قرآن میں تحریف کی گئی ہے اور تحریف شدہ عبارتوں میں صرف جناب امیر کی خلافت و وصالت کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور اس لئے ظاہر ہے کہ اگر قرآن اس بارے میں ساکت و مہموتا۔ تو یہ غریب تہمت بڑے افساد کی رحمت گوارا نہ کرتے۔

چنانچہ ملا باقر مجلسی نے اپنی کتاب حیات القلوب کی جلد سوم میں خوب جی بھر کر قرآنی آیات میں حکم اضافہ کیا ہے ولایت علی کے ثبوت کیلئے حسبِ نحوہ مناسب الفاظ بڑھا دیے ہیں اور یہ لکھا ہے کہ «روایت وارد شدہ کہ ثلث قرآن در فضائل اہلبیت و شلثہ در مناقب دشمنان ایشان است» ۱۔

اسی طرح اس مصنف نے اپنی ایک دوسری کتاب «تذکرۃ الائمہ» میں بھی آیات کو تحریف کیا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس شیعوں کی کتاب حدیث و کلمینی «میں قرآن کی ستر ستر آیات بیان کی گئی ہیں حالانکہ موجودہ قرآن میں ہر چھ ہزار آیات میں پٹنہ کی حدائش لائبریری میں بھی ایک تحریف شدہ قلمی قرآن مجید موجود ہے جس میں چند آیات کے اضافہ کے علاوہ ولایت و وصایت پر مستقل دو سو تین بڑھائی گئی ہیں۔

یہاں میں اس بات کو ظاہر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے غالباً جمہور شیعہ تحریف قرآن کے قائل نہیں ہیں اور اس لئے مذکورہ بالا بیان سے میرا یہ مطلب سرگرم نہیں ہے کہ میں عام شیعہ حضرات کو تحریف قرآن کا قائل ثابت کروں بلکہ صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ قرآن میں خلافت علی کے متعلق مخصوص قطعہ موجود نہیں ہیں اور اسی بنا پر بعض شیعہ مجتہدین کو اپنے اس عقیدے کے ثبوت کیلئے قرآن مجید میں تحریف کرنے کے سوا اور کوئی چارہ کار سمجھ میں نہیں آیا۔

حضرت علی کی الوہی خلافت کے ثبوت میں بہت سی احادیث پیش کی جاتی ہیں جن میں غدیر خم کی حدیث کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے لیکن میں ان احادیث پر کوئی بحث کرنا نہیں چاہتا اس کے برخلاف میں توفیل میں شیعہ حضرات کی مستند کتابوں سے صرف یہ بتلادینا چاہتا ہوں کہ الوہی خلافت کا اعتقاد غلط ہے، یعنی خدا یا رسول خدا کا یہ منشا سرگزشت تھا کہ رسول کریم کے بعد حضرت علی ہی خلیفہ بنائے جائے۔

(۱) اہل تشیع کے مشہور مجتہد بحرانی نے شرح نزع البلاغت (مطبوعہ طہران) میں یہ روایت نقل کی ہے کہ

ایک رات رسول کریم اپنی زوجہ حضرت حفصہ کے حجرہ میں تشریف رکھتے تھے مگر اتفاق سے حضرت حفصہ اس وقت موجود نہ تھیں اور اس لئے آپ نے یہ رات اپنی دوسری زوجہ ماریہ قبطیہ کے حجرہ میں بسر فرمائی۔ صبح حضرت حفصہ کو اپنی حق تلفی کی شکایت ہوئی۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ ”اے حفصہ تم ناخوش نہ ہو ہم تم کو دو خوشخبریاں سناتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ماریہ قبطیہ کو ہم نے اپنے اوپر حرام کیا دوسرے یہ کہ ہمارے بعد ہمارا خلیفہ ابوبکر ہوگا۔ اور اس کے بعد تمہارا اب عمر لیکن دیکھو یہ راز ہے اس کو کسی پر ظاہر نہ کرنا ورنہ خدا تمہارے ہم پر ناراض ہوگا۔“ اس پر حفصہ نے دریافت کیا کہ آپ کو یہ خبر کس نے دی؟ حضور نے فرمایا کہ ”علیم فہیم“ نے۔ مگر حضرت حفصہ نے مائے غشی کے بہ خیر عائشہؓ کو کر دی اور تمام مدینہ میں اسکا پھیر چا ہو گیا اس پر فوراً یہ بیت نازل ہوئی۔

”اے رسول! جو چیز ہم نے تجھ پر حلال کر دی ہے تجھ کو اس کے حرام کرنے کا کیا اختیار حاصل ہے اور اے نبی کی بیویو! اپنے نبی کا راز کسی پر ظاہر نہ کیا کرو (رسولؐ کا تحريم)“

اس روایت سے اس بات کا باوضاحت پتہ چلتا ہے کہ خدا نے کریم کو یہ ہرگز منظور نہ تھا کہ رسول کریم کے بعد حضرت علی رضہ خلیفہ ہوں بلکہ اس کے برعکس ابوبکرؓ و عمرؓ کی خلافت ایک طے شدہ مسئلہ تھا جو خود رسول کے علم سے بھی باہر نہ تھا۔ (۲) جلاء العیون میں لکھا ہے کہ جب رسول کریمؐ پر مرض الموت کا غلبہ شدید ہوا تو آپ نے چاہا کہ اپنی میراث و جانشینی حضرت عباسؓ کے سپرد فرمادیں مگر حضرت عباسؓ نے کہا کہ یہ کام مجھ سے نہ ہو گا میرے بجائے حضرت علی رضہ کے سپرد کر دیجئے۔

اس روایت سے یہ بات صاف طور پر ظاہر ہوتی ہے کہ رسول کریمؐ اپنی وفات کے بعد صرف حضرت علی رضہ ہی کو خلافت کا حقدار تصور نہ کرتے تھے۔

(۳) علامہ ابوالفتح محمد بنی نے حضرت امام جعفر صادق سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ”ایک بار بنی کریمؐ نے بارگاہ انبویؐ سے ہستار حاجتیں طلب کیں خدا تعالیٰ نے سب رد کر دیں۔ آخر شب میں حضرت علیؓ بھی مسجد میں تشریف لائے رسول خداؐ نے فرمایا ”اے علیؓ تمہاری ولایت اور خلافت کیواسطے ہم نے جو دعا کی وہ بارگاہ خداوندی سے منظور نہیں ہوئی“ ۱۷

غالباً میں اپنے مقصد کو واضح کرنے کیلئے اس سے زیادہ روشن دلیل اور کوئی پیش نہیں کر سکتا حتیٰ کہ اگر میں حدیث گھڑنے پر آمادہ بھی اس سے زیادہ صاف، واضح اور غیر مبہم حدیث گھڑنے میں شاید مشکل کامیاب ہو سکتا (۴)، دو عیون الاخبار، شیعوں کی معتبر کتاب ہے اس میں حضرت علی رضی سے حسب ذیل روایت منقول ہے۔

فَبَيْنَا اَنَا وَنَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ فِي بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِينَةِ
وَقُلُوبُنَا شَيْخٌ طَوِيلٌ فَسَلَّمَ عَلَيَّ النَّبِيُّ
وَارْحَبُ ثَمَّ النَّصْرَةِ اِلَى فَقَالَ سَلَامٌ عَلَيْكَ
يَا رَايَ الْخُلَفَاءَ رَحِمَهُمُ اللَّهُ وَبَرَكَاتُهُ اَلَيْسَ خَلِيفَتُكَ
هُوَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ بَلَى - ثُمَّ مَضَى

ایک مرتبہ ہم رسول کریم کے ساتھ مدینہ کی کسی طرح پر چل رہے تھے کہ دفعۃً ہم سے ایک طویل قد انسان سے ملاقات ہوئی۔ اس شخص نے رسول کریم کو سلام کیا اور مجھ کا پھر سری طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا سلام علیک اے چوتھے خلیفہ آپ پر اللہ کی رحمت اور برکت ہو۔ اسکے بعد اس نے رسول کریم کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا کیا یہ چوتھے خلیفہ نہیں ہیں۔ اے رسول خدا؟ آپ نے فرمایا ہاں! اسکے بعد وہ چلا گیا۔

ان روایات کو نقل کر دینے کے بعد غرض کہ قسم کی تمام احادیث اگر قابل اعتبار نہیں تو کم از کم مشکوک و مشتبہ ضرور قرار پائی جاتی ہیں جس کے بعد ان کو صحیح ثابت کرنے کے دو ہی طریقے ہو سکتے ہیں یعنی (۱) درایت یا (۲) جمہور مسلمین کا عقیدہ ہے فقہاء کی اصطلاح میں اجماع کہا جاتا ہے۔

درایت کے نقطہ نظر سے اہل خلافت کا عقیدہ جس قدر ناقابل قبول ہے اس پر تفصیلی بحث ہو چکی ہے رہ گیا جمہور مسلمین کا مسئلہ اس میں بھی شدید کی گنجائش نہیں کہ روئے زمین پر جو مسلمان بستے ہیں ان میں سے دس یا بیس فیصد سے زیادہ شیعہ عقیدہ کے قائل نہیں ہیں۔ ممکن ہے میری اس دوسری بحث یعنی جمہور مسلمین کے عقیدہ کو صحیح ماننے سے شیعہ حضرات کو کچھ اختلاف ہو اس لئے میں اس سلسلہ میں عقلی دلیل پیش کرنے کے بجائے حضرت علی رضی کا قول نقل کر دینا کافی سمجھتا ہوں جو شیعوں کی معتبر کتاب نہج البلاغہ میں درج ہے

ان امیر المؤمنین قال
الناس جماعة يدل الله عليهم
وغضب الله على من
خالف انا والله هل لست بالجماعة
امير المؤمنين رضي فرمایا ہے کہ دو گروہ جماعت ہیں۔ اور جماعت پر اللہ کا ہاتھ (یعنی کرم) ہوتا ہے اور جو شخص جماعت کی مخالفت کرتا ہے خدا اس پر غضبناک ہوتا ہے۔ خدا کی قسم میں اہلسنت و الجماعت ہوں (یعنی سنت رسول کا پابند ہوں اور مسلمانوں کی مجموعی جماعت کا فرد ہوں) ان روایات کو پیش کر دینے کے بعد غالباً مجھے کسی مزید توضیح و تشریح کی حاجت باقی نہیں رہتی۔

سیاسی اختلاف

اہل تشیع اپنے اختلاف کو مذہبی مسلک کا اختلاف قرار دیتے ہیں لیکن حقیقت اس کے بالکل خلاف ہے حضرت علی کی خلافت کے وقت تک اہل اہمیت کی قسم کا کوئی عقیدہ یا شیعیت کے موجودہ اختلافی عقائد میں سے کوئی عقیدہ موجود نہ تھا حضرت علی کا خلیفہ ہونا یا نہ ہونا محض ایک سیاسی اختلاف تھا بلکہ میں تو اسے سیاسی بھی نہیں صرف رائے کا ایمان دارانہ اختلاف کہنا ہوں یعنی بعض اصحاب کی رائے میں وہ عزروں تھے اور بعض کی رائے میں ناموزوں اس کو مذہب کی بنیاد و اساس سے کوئی دور کا علاقہ بھی نہ تھا لیکن بد قسمتی سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک نو مسلم یہودی عبد اللہ بن سنانہ اہل اہمیت کے عقیدہ کو سب سے پہلے اہل اسلام کے کان میں بھونکنا شروع کیا یہ عقیدہ یہودی مذہب میں پایا جاتا ہے اور اس لئے اس نے کچھ تو اس نے اپنے سابق مذہب کے اثرات کے ماتحت اور کچھ دیگر سیاسی اغراض کے پیش نظر اس عقیدہ کی تبلیغ شروع کر دی اور حضرت علی کی ذات کے ساتھ وہ صفات منسوب کرنا شروع کیں جو سندوں میں راجحہ دینی یا یہودیوں میں غریب کے ساتھ منسوب کی جاتی ہیں چنانچہ شیعوں کے مشہور مجتہد فاضل استرکادہی فرماتے ہیں

وکان (عبد اللہ بن سنانہ) اول من شاع | عبد اللہ بن سنانہ شخص تھا جس نے یہ بات لگائی کہ
بالقول الفریضۃ امامۃ علی | حضرت علی کی امامت مذہبی فریضہ ہے۔

اس کے علاوہ نہج المقال، مجمع البحرین، تاریخ طبری اور جلاء العیون وغیرہ نے بھی اس کی تائید کی ہے عبد اللہ بن سنانہ کے ساتھ بالکل اہل اہمیت صفات منسوب کر کے انہیں انسان سے خدا بنادیا چنانچہ شیعوں کی مشہور جامع احادیث "کلینی" نے علامہ حنفی سے ایک روایت نقل کی ہے جس میں حضرت علی فرماتے ہیں۔

اذا عین اللہ، انا ید اللہ، انا جنب اللہ | ہم اللہ کی آنکھ ہیں، ہم اللہ کے ہاتھ ہیں، ہم اللہ کا پہلو
ہیں ہم اللہ کا دروازہ ہیں۔

سہارن پور اہل حدیث میں حضرت امام حسینؑ کی زبان سے یہ جملہ منقول ہے۔ "ہم اللہ کی اولاد ہیں"۔ اسی کتاب کے صفحہ ۷۰ پر ہے کہ امام حسینؑ شہید نہیں ہوئے بلکہ عیسیٰ بن مریم کی طرح زندہ آسمان پر اٹھ گئے تفسیر سنہری میں شیخ ابو جعفر طوسی شیعہ داؤد بن کثیر سے مروی ہے کہ "ایک مرتبہ میں نے ابو عبد اللہ عبد السلام یعنی امام جعفر صادقؑ سے پوچھا کہ کیا نماز، زکوٰۃ اور حج سے آپ ہی کی ذات مبارک مراد ہے؟" اس پر مستفرد جو جواب دیا گیا وہ یہ تھا "نہ صرف نماز زکوٰۃ اور حج ہی سے ہماری ذات مراد ہے بلکہ بیت المحرم، بلد المحرم، کعبۃ اللہ، قبۃ اللہ، سورہ بھی ہم ہی مراد ہیں۔"

شیعوں کے مشہور تہذیبی مجموعہ احادیث "اصول کافی" میں کہل ہے کہ قرآن مجید میں جس جگہ "وہ" یا "یہ" کا لفظ

آیا ہے اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

الغرض اس قسم کے عقائد کو زمانہ میں بڑی شدت کے ساتھ پھیلا گیا لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمیشہ ان کے خلاف اپنی نفرت و بیزاری کا اعلان کیا مگر چونکہ مجھے استناد میں صرف اہل تشیع کی کتابوں کے حوالے پیش کرنا ہیں اس لئے ”کلمی“ کی مندرجہ ذیل روایت پر اکتفا کرتا ہوں جو سدی سے مروی ہے۔

”فرمایا حضرت علی نے اے اللہ لعنت کر ہمارے دشمن پر اور لعنت کر ہمارے اس دوست پر جو حد سے بڑھ جائے۔ یعنی مجھ کو میرے رتبہ سے بڑھائے“

اسلام نے توحید پر تبناد اور دیا ہے اور جس بے باکی اور بلند آہنگی کے ساتھ خود رسول کو ایک معمولی انسان ظاہر کیا ہے اس کے پیش نظر نہ کہ وہ بالا اعتقاد کا غیر اسلامی اور غیر قرآنی ہونا کسی طرح بھی محلی نظر قرار نہیں پاسکتا اور غالباً اگر سیاسی رائے کا اختلاف اور بعد کے لوگوں کی باہمی عصبیت کی بنا پر حضرت علی اور آپ کے فرزندان کی خلافت کا مسئلہ ابھی نہ جلتا۔ تو اس قسم کے عقائد رکھنے والا کوئی ایک فرد بھی اسلام میں نہ پایا جاتا۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ معاویہ کی جنگ حبشہ کی شہادت اور نبو اسیمہ کی سخت گیر پالیسی کی بنا پر یہ عقائد خفیہ خفیہ علی کے حامیوں میں پھیلنا شروع ہو گئے جنہوں نے رفتہ رفتہ ایک مستقل عقیدہ کی شکل اختیار کی اور یہی وہ چند عقائد ہیں جن کو آج شیعہ کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے پھر فکریہ عقائد غیر ظلم طور پر شخص کے ذاتی جذبات و احساسات اور ذاتی عصبیت و اضافی حالات کے بموجب شائع ہوئے اس لئے شیعوں میں میسوں فرقتے پیدا ہو گئے۔ جیسا کہ ”کلمی“ وغیرہ کتب شیعہ سے پتہ چلتا ہے اپنا کچھ کسی صاحب نے تو ”بذل الجی“ نام کے ایک رسالے میں یہ بتلایا ہے کہ شیعوں میں شترے زیادہ فرقتے ہیں اور ان کے نام اور عقائد تفصیل سے گناے ہیں۔

بات یہ ہے اول اول تو حضرت علی کی خلافت کا قصہ محض ایک سیاسی قضیہ تھا اور اصل مذہب کے بنیاد اور اساسی اعتقادات سے اسے کوئی دور کا علاقہ بھی نہ تھا لیکن بعد میں ناواقف غیر محتاط اور خود غرض افراد نے اپنے مقلدوں کے دائرہ کو وسیع کرنے اور ان کو شدت کے ساتھ اس مسلک پر عمل پیرا بنانے کیلئے خواہ مخواہ اسے مذہبی رنگ دینا شروع کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک سیدھا سادا سیاسی مسئلہ رفتہ رفتہ ایک مذہبی عقیدہ میں تبدیل ہو گیا اور عالم اسلام میں دو مختلف گروپ بن گئے۔

اطلاع

جو صاحب کتابت کا کام کرنا چاہیں وہ ہمارے ذریعہ رعایتی نرخ پر عمدہ کام کرا سکتے ہیں۔ بذریعہ خط و کتابت جملہ امور کا فیصلہ ہو سکتا ہے، نمونہ کے لئے شمس الاسلام کی لکھائی ملاحظہ کریں۔

(غلام حسین مینجر رسالہ شمس الاسلام بیورو)

بنگش (سنی) اور کلب علی کی بیسیوں ملاقات

رہائندگان ٹیکسلا ضلع راولپنڈی کیلئے عبرت آموز سبق
(از خان راہ غلام احمد ضلع بنگش)

بنگش بہت شور سنتے تھے پہلوں دل کا جو پیرا تو اک قطرہ توں نہ نکلا
کلب علی یہ کیا کہا ایک سلیک کو پس پشت ڈال کر یکدم بھڑک اٹھے آخر فرماؤ تو ہی کہ ماجرا کیا ہے۔
بنگش - ایک اور سبق آموز شعر سنئے صحبت صراح ترا صلح کند یہ صحبت طاح ترا صلح کند رسالہ شش ماہیہ
مہر ماہ مئی ۱۹۳۷ء میں جو بعنوان بنگش سنی اور کلب علی شیعہ کی تیرہویں ملاقات ہے جس میں واقعہ قرقاس اور
امانت خلافت پر مفصل بحث کرتے ہوئے ماہ مئی اور ماہ اگست و ماہ ستمبر ۱۹۳۷ء کے تین پرچوں میں مضمون ختم
ہوا ہے اوس کے جواب میں "فاتح ٹیکسلا مولوی بشیر لکھنوی" نے نام نہاد سید فرزند علی تلمیذ خود ساکن ٹیکسلا
منو انزو مفتوں میں جو عجائبات حوالہ قلم کے اس میں سے نمونہ کے طور پر کچھ جملے درج ذیل کے جاتے ہیں تاکہ
ان کی سچائی اور شرافت کی نہ ٹٹنے والی یادگار قائم رہ لکشی صاحب کے مدح خوانوں کی آنکھیں کھل جائیں اور اگر
ہدایت خداوندی نے یادری کی تو ایسے لوگوں سے اپنے آپ کو علیحدہ کر لے جو صحبت طاح کے ہو ہونو لے موتے
ہیں سارے کلب علی، اخبار شیعہ لاہور اور جوابی مضمون منجانب بشیر لکھنوی زبانی سید محمد اکبر شیعہ مدرس سکول
نوع ساکن ہنگو سنتے رہتے سے روز بروز اشتیاق بڑھ رہا تھا۔ بارے تاثر علی سے اوس کے مخصوص پرچے
مبتقائم ٹیکسلا ایم جلسہ موضوع ۱۳/۱۴/۱۵ اپریل ۱۹۳۷ء نظر سے گزرے جو اخبار شیعہ لاہور کی تاریخ مائے ۸ - ۱۶
۲۴ - جون اور یکم - ۸ - ۱۶ جولائی، یکم - ۸ اگست کے ۹ پرچوں میں یکے بعد دیگرے درج ہیں (شرافت اور
علمی کمالات ملاحظہ ہوں اور ساتھ ساتھ ہی میرے معروضات بھی) وایت انسانی اور ہدایت ربانی سے محروم کے
نہ کان کھل سکتے ہیں اور نہ آنکھیں۔

کلب علی - آپ بولتے جائیں اور میں توجہ سے اس کو سنتا ہوں گا۔ آپ کے جواب ابواب میں جو بھی نقص اور کمزوری محسوس
ہوگی وہ عرض کر دی جائیگی۔

بنگش مضمون کا جو خلاصہ بطور قتل اخبار شیعہ سے لیا گیا ہے اوس کے ۸/۱۶ جون ۱۹۳۷ء میں دو کتابوں کا بھی ذکر
ہے ایک سراج البین غزالی۔ دوسری روضۃ الاحباب احلالا کہ یہ ہر دو کتب رافضہ کی ہیں امام غزالی سے منسوب کر
کے مسلمانوں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ بلکہ اس قسم کی صداکتیں ازراہ تبلیغ تالیف کی گئی ہیں۔ ان دو پر

کیا منحصر طوالت سے پہنچے کیلئے چند اقتباسات پر اکتفا کی گئی ہے آپ اصل کو مبعہ جواب سنتے جائیں۔
(۱) اخبار شیعہ لاہور، جون ۱۹۳۷ء (ص ۸) جب آپ لوگ حیدری پیغمبر میں آجالتہ میں (دوسرے مقام پر) اسے رسول میں ملے، ڈاڑھی کس کی تھی سید ریخ کہ دیجئے کہ حضرت عثمان کی۔

بنگش کا جواب - صفین کے مقام پر کئی روز لگانا امیر سجاد پر مبنی اللہ عندہ نے حیدری پیغمبر کو معہ ذوالفقار آرمایا۔ نہ کوئی اس سے دبانہ کسی نے خون کھایا بلکہ بقول باقر مجلسی کتاب حلیۃ المنین ص ۳۳ شیخان علی ایسے کلاوسان بلکہ ایمان باختہ ہو گئے تھے کہ چوہوں کی طرح گھروں میں گھس کر شاہی شیر مردوں کے مقابلہ پر دم دبا گئے ہوئے نکلنے کا نام بھی نہیں لیتے تھے جسکے غم سے امیر پیغمبر کے جاگس میں پیر گیا تھا اس وقت حیدری پیغمبر بھی موجود تھا اور ذوالفقار و علم بھی۔ پھر ایسی لات زنی سے کیا فائدہ دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ سب سے لمبی ڈاڑھی حضرت علی کی تھی۔ اسی واسطے تو علمائے اہل سنت نے زائد از قبضہ ڈاڑھی رکھنے کو جائز قرار دیا ہے۔
(۲) اخبار شیعہ مذکور ۱۶ جون ص ۸ شاید نسوار کی پوری بوتل ناک میں چڑھا کر آپ نے اپنے دماغ کو تھخل کر دیا ہے) جب جناب عسکر کے نزدیک فرمودہ رسول غیر معتبر ہو سکتا ہے رسول کو صادق اور اس کے کلام کو دھجی خدانہ سمجھے اور اس کے کلمہ کی اطاعت نہ کی جائے لہذا ایسی حالت میں حضرت عمر کا ایمان بالرسالت بھی رخصت ہو جاتا ہے کیونکہ سمعنا و اطعنا سے خارج ہے تو بتائیے کہ مومن رہے یا نہیں آپ صرف ناک ہی میں نہیں بلکہ کان میں بھی ایک نہیں نہر اور بتلیں نسوار کی انڈیل دیں) لیکن یاد رہے کہ (حضرت کش حیدری میں ایسے ایسے تیر میں کہ برباب والا کو چھینکنے کی فرصت نہیں دینگے اور وہ وہ قتلے ہمیشہ کروں گا کہ نسوار بھی بھول جائینگے)

بنگش کا جواب کیا کلب علی یہ بھی کوئی جواب ہے بحث ہے امامت و خلافت کی اور جواب ہے نسوار کی بوتلوں کا لیکن حضرت عمر فاروق سلام اللہ علیہ پر جو بلا ریط و دلیل حملہ کیا ہے اس کا مختصر جواب دینا میرے ایمان کا فرض اولین ہے برائے علی و عباس (سنت) اصول کافی کتاب الحجۃ ص ۱۲۳ اس کا مخفی منکملہ نسخہ روایا ابراہیم یعنی پیغمبروں کا خواب ایک قسم کی وحی ہوتی ہے جیسے ابراہیم علیہ السلام کی،

ایضاً تفسیر مقبول رافضی ص ۱۹۵ التوحید میں ہے کہ وہ خواب بھی کلام اللہ تھے جو رسولوں نے دیکھے
ایضاً حیات القلوب جلد دوم ص ۲۷ (و کان یطق عن المحسوسات ان ہوں لا وحی یوحی) یعنی نبی کریم جو کچھ زبان مبارک سے فرماتے وہ وحی ہوتی ہے (آؤاب خدا کی وحی کی تفصیل بھی دیکھو اور اس کی تعبیل بھی)

تفسیر مقبول رافضی ص ۱۹۵ تفسیر عیاشی میں ہے کہ رسول خدا نے خواب میں دیکھا تھا کہ بنی تیم و بنی عدی میرے ممبر رہیں۔ کافی یہ ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ آج ہی رات کو میں نے یہ دیکھا کہ بنی تیم و بنی عدی و بنی امیہ میری ممبر رہیں۔ بعض میں بقول ابوہیثمی مذکور بنی تیم سے مراد ابوبکر بنی عدی سے عسکر بنی امیہ سے عثمان وغیرہ ہیں۔

ایضا احتجاج طبری میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غزیر بن عثمان کے بعد معاویہ اور اس کا بیٹا
سلطنت پائیں گے، ایضا حیات الطہلب جلد دوم صفحہ ۱۱۷ میں ہے کہ رسول اللہ نے اپنی بی بی محضہ کو فرمایا
کہ میرے بعد میرا خلیفہ اور جانشین ابوبکر ہوگا اور اس کے بعد آپ کا بیٹا عمر اور پھر میری تم کو خدا کے حکم سے
دیتا ہوں۔ ایضا تفسیر محمد البیان میں بھی ایسا ہی مذکور ہے کہ رسول اللہ نے اپنی زوجہ مطہرہ بی بی محضہ کو فرمایا
کہ میرے بعد ابوبکر خلیفہ ہوگا اور اس کے بعد تیرا بیٹا عمر ایضا تفسیر محمد البیان مصنفہ سید علی رافضی جلد ۱
میں ہے کہ رسول اللہ نے اپنی زوجہ بی بی محضہ کو فرمایا کہ میں تم کو ایک روز کی بات سناتا ہوں اس کو پوشیدہ
رکھنا وہ میرے بعد ابوبکر اور اس کے بعد تیرا بیٹا عمر، ایک اس امت کے ہونگے اور بعد ان کے
عثمان، لیکن محضہ مارے غمی کے ضبط نہ کر سکی۔ اور اس نے جا کر سالہا سال عاشقہ رضا کو سنا دیا۔
ذہب البشیر مکتبہ منی مدینہ منورہ شہرہ جود فرزند علی اور سید ابن مسعود میں اپنی فتحی کا نشان ملنے کرتے ہوئے
بنا کہ تمہارے امام اول سے لیکر آخر تک کسی نے بھی اس وحی جلی کو کوئی وقت دے کر رسول اللہ کے
فرمودہ پر اور وہ بھی مطابق وحی خدا کچھ عمل نہ کیا ہے تمہارے امام اول نے تو میرے دم تک خدا و رسول کے
اس حکم پر گردن نہیں رکھی، چنانچہ حیات القلوب کی تینوں جلدوں اول دوم سوم میں ہے کہ امیر المؤمنین را
برائے بیعت بکبر کشیدند یعنی کہ مولاعلی کو گھسیٹتے ہوئے دربار خلافت میں حاضر کر کے بیعت پر مجبور کیا۔ اور ایسا
ہی باذل صاحب نے حملہ جبری میں صاف صاف اعلان کیا ہے۔

بدستِ عشر بود یک لیسمان دگر در کف خالہ سپلوان
فگندند در گردن شیر زر کشیدند اورا بر ابوبکر

دیکھ احتجاج طبری میں رسول خدا کی طرف سے مفصل نام بنام بادشاہوں کے نام بھی موجود ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ
عنه کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ جانشین ہونگے کیا آپ کے وحی کا خدا کی وحیوں اور رسول کے مبارک فرمانوں
پر ایمان اور اعتقاد تھا اور بقول تمہارے سمعنا و اطعنا سے خارج ہوئے یا نہ اور پھر مطابق تمہارے کہ اس کے
مومن رہے یا نہیں..... کیا اب بھی کچھ دیر کے لئے حقہ نوشی کو بند کر کے فہجت الذی کفر کے
مصدق بنو گے یا وہی ہٹ دھرمی

کلب علی نہیں آں جو انانیکہ تباگو کشند، اولش اللہ آخر ہو کشند، اسے نیک کام کو کیسے چھوڑیں
(۳) اخبار شیعہ لاہور ۲۲ جون ۱۹۷۹ء میں کہتا ہوں کہ ایک توبل نسواری اور ناک میں ٹھونسٹیں تاکہ آپ کا دماغ
میں صبح مضمون میں ٹھیک ہو جائے، یہ پروپگنڈہ اخبار عمر پیلے ہی کر چکے تھے ہندو اگر وصیت نامہ لکھوا بھی لیا
جاتا تو وہ قابل قبول نہ تھا اور ہندوان محض تصور کیا جاتا، بی بی فاطمہ نے جو وصیت نامہ بابت مذکور پیش کیا تھا۔

اس پر کون سا عمل کیا گیا۔

بنگش کا جواب ہے پروینگڈے کے بانی سبانی منہارے امیر ہیں بلکہ اس فن کے موجد ہی وہی ہیں جو عرب سے لیکر مصر الجزائر ٹیونس سواہر ان بلکہ غایت متعرب مراکو تک، مشرق کی جانب عراق ایران آذربائیجان خراسان ترکستان چترال اور ملتان سے گذر کر غایت مشرق چین تک کبھی خدا کے نور اور اس کے ماتھے سر و جہان کے مالک عالم الغیب جانشین رسول اللہ اور مومنین اللہ بن گئے ہیں اور کبھی محبوب اور مقور زیر دست ملک مال سے بدخل اپنی کوٹھڑی سے بھی بے خبر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی سے محروم حقیقی ماموری کے فرائض سے سبکدوش تکیہ کے لباس میں مجبور روزگار کے مجسم ہونے لگے ہیں اور جب بقول منہارے وصیت نامہ لکھا ہی نہیں، تو پھر بی بی فاطمہ نے وصیت نامہ کس سے لکھوا کر پیش کیا۔ کیا جھوٹ کی بھی کوئی حد ہے اچھا اگر پیش بھی ہوا تو اس کی نامنظوری کے دو وجوہات ہیں اول یہ کہ اس وصیت نامہ کو جعلی قرار دیا گیا ہو گا۔ روایہ اس پر جو شخص شہادت کے لئے پیش ہوا تھا اس نے قرآن محفوظ کو چھپا کر امت محمدی کو ہمیشہ کے لئے گمراہی میں ڈال دینے سے بھی دریغ نہ کیا ملاحظہ ہو کافی کتاب فضل القرآن ص ۲۷۱ اما واللہ ما تزوفہ بعد فی مکہ ہذا اجل یعنی خدا کی قسم آج کے بدتم لوگ اس قرآن کو سرگزشتہ دیکھو گے (جو آج تک لاپتہ ہے) پھر ایسے شخص پر کیونکر اعتبار کر کے اس کی شہادت کو قبول کرتے، بقول سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ برادران یوسف کہ بدروغ منتہم شندہ پدیدر بازار باریشا اغما دغاند پس ہی معاملہ فدک کے ساتھ منطبق سمجھنا چاہیئے کیا فرزند علی اب بھی سمجھ میں آیا کہ نہیں۔

(۲) انجائٹ بیگم جولائی ۱۹۷۷ء (ص ۷) اب اپنے خلفاء کی روحوں کو بھی امداد کے لئے بلالیں گے تاکہ آپ کو فرزند جید کر کے فولادی پنچہ سے نکالیں، ذرا سنبھل کر جواب دیجئے بربریت ثلاثہ تراویح چار متصلے، عدد رکعات نماز، خلافت راشدہ کی لات، محبت اصحاب ثلاثہ کا فرض ہونا، یہ ضروریات دین سے ہیں یا نہ (گنگا شنان کیجئے اپنے آپ کو بے ایمان کہو قرآن سے مطالب کا اخذ کرنا آپ کیا آپ کے خلفاء کی ادراک سے بھی بعید ہے اس کو کما حقہ وہی جان سکتا ہے جو جمیع عوالم علوی و سفلی کا واقف ہو جو حبلہ علوم ظاہری و باطنی کا ماہر ہو اگر وصیت نامہ تحریر ہو جائے تو امت گمراہی سے بچ جاتی امت کی گمراہی کا بار اب اس کی گردن پر ہے جس نے وصیت نامہ نہ لکھنے دیا۔

بنگش کا جواب ہے بنا کلب علی میرے معنوں اثبات خلافت امت سے بربریت ثلاثہ تراویح وغیرہ فضول الفاظ کے اندراج کا کیا تعلق کیا آپ بھی ایسے مکرڑی کے جال کو فولادی پنچہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اچھا سنئے ۱۳/۴/۱۵/۱۶ اپریل کے جلسہ انصار المسلمین کے موقع پر جب میں مسلمان پنچا تو اسی فرزند جید کرار نے شیعہ قالین بنکرا اپنے گھر میں روپوش ہونا نصیحت سمجھا کر اپنے جبر زور گوار اس اللہ کی طرح کہیں بنگش ابن سیف اللہ کی رسی میں نہ جکڑا

باسی و خلیفہ لینے اور اسقاط کے پیسے بٹورنے اور کفن کے کپڑے چرانے میں گزری ہو یہ دلائل کیا بلکہ قرآن بھی ایسے
بوجہلی دماغوں کو درست نہیں کر سکتا۔

بنگش کا جواب دیکھ کلب علی چھینکو، کھانسو کو دناچو کیسے شریفانہ الفاظ ہیں جو فرزند حیدر کرار کو اپنے اجداد سے ورثہ
میں لے ہیں جیکہ شیعیت کے حشہ اول سے بدبانی کے وارے ابل رہے ہوں ملاحظہ ہو کافی حلد اخیر کتاب الزو
ج۲۹۔ تو پھر ایسے ویسے فرزندوں سے کیا گلہ۔ اس سے بھی بڑھکر بازاری گالیاں سننی ہوں تو اسی کتاب روضہ
کا صفحہ ۱۹، ۲۰، ۲۱ ملاحظہ کرو جہاں ساڑھے نو درجن گالیاں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و اہل بیت آل
عباس خلفائے بعد و عزادگان پیغمبر کو دی گئی ہیں تو ہم کس قطار ہیں۔

کلب علی اس قدر تو ہم بھی جانتے ہیں کہ ہماری کتابوں کی رو سے حمزہ و عباس کی اولاد بھی عزت میں داخل ہے
پھر ایسی فحش گالیاں دینے والے کون بد زبان ہیں۔

بنگش، دیکھ بے خبری سے آگے نہ بڑھنا۔ اول الذکر آپ کا امام اول ثانی الذکر آپ کا امام ششم حنفیہ صاحب ہیں دیگر
یہ کہ گلے میں پڑے رواجاً انہوں کو ڈالا جاتا ہے الحمد للہ ہم میں نہ کوئی کلب ابو بکر ہے اور نہ کلب عمر۔ یہ نضر صرف
آپ صاحبان کیلئے قسام ازل نے مقرر کر رکھا ہے نہ ہم علی کا پیٹہ اپنے گلے ڈالتے ہیں اور نہ معاویہ کا ربا اہل بیت
کا احترام سودہ و زواج رسول اللہ ہیں جن کو ہم سب مسلمان مطہرات کے نام سے موسوم کر کے پکارتے ہیں ان
کے نہ ماننے والے پر خدا کی لعنت، لیکن ذرا یہ دیکھو کہ وہ کون ذات شریف تھا۔ جو مہدی عباس خلیفہ بعد
کو امیر المومنین امام عادل و سخی کہہ کر پانچزار اشرفی حاصل کر کے دعا کرتا ہوا رخصت ہوا ابھی اس کو ہم مضم بھی نہیں
کرنے پایا تھا۔ کہ اپنے اس امام بنہ نواز یعنی خلیفہ کو درپردہ فاسق اور مشرک بتایا کافی ص ۲۳۔

پھر وہ کون تھا۔ کہ علی بن سقظین وزیر سے یہ جانتے ہوئے کہ جملہ نقد و جنس بیت المال سے چرایا ہوا مال حرام
ہے کئی موقعوں پر ایک ایک دو لاکھ روپیہ بلکہ اپنے چار بیٹوں کی شادی کے واسطے تیرہ ہزار پونڈ حاصل کر کے
خرچ کرتے رہے بجا الس المومنین چھاپہ ایران ص ۱۶۔ یہ کون؟ یہ حضرت صاحب موسیٰ کاظم امام مہتمم ہیں، پھر وہ
کون صاحب تھا جس نے اپنی فوج کو حکم دیا رضی لہ و لہ علیٰ منصاحف ہم، مارو اگرچہ ان کے قرائن پر ہی
لگے انا کلام اللہ ناطق میں ہوں زندہ قرآن و عظمہ حسنہ شیخ عبد العلی ایرانی تہودی فرزند علی ہوش کر زبان قابو میں
رکھ یہ آپ کا والد بزرگوار ہے علی کیونکہ آپ نے خود کو فرزند حیدر کرار خود لکھا ہے (مال غضب کرنے اور تیر جلانے کا پتہ
تو بتلایا گیا) اب رمار وازہ جلانے کا الزام یہ دفعہ تو ہوا ہی نہیں اور یہ ایسا الزام ہے جسکو کوئی شیعہ ثابت نہیں کر
سکا اور اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دھکی دی ہو تو یہ تدبیر سیاست کے مطابق تھا۔

۷ رخنہ کر ملک سرافگندہ بہ بد لشکر بد عہد پر گندہ بہ) اسی سے تو فاروق اعظم کے بے نظیر تدبیر کا پتہ

چلتا ہے کہ صرف ایک ہی دھکی سے قسم کے فساد کے جرائم کا استیصال کر دیا بخلاف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے کہ نہروان کے باغی مسلمانوں پر حملہ کر کے سینکڑوں کو قتل کیا لیکن بعد از وقت اس سے بھی بڑھ کر مکروہ با طبع کام جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دفع فساد کے خیال سے کرنا پڑا وہ اپنی ماں کے ساتھ مقام حمل جنگ کرنا تھا سیاست اور تدبیر کی رو سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجبور ہو کر ایسی خونی زری کی۔ یا عجب جو خیر علی رضی اللہ عنہ کے واسطے باوجود ہزار ماخوڑیوں کے جائز ہو وہی کام فاروق اعظم کے لئے بلا کسی قسم بلیغ و غمان کے جائز نہ ہو رقت ہو ایسی تنگ نظری اور بد عقیدگی پر!

راحیم رضی اللہ عنہ کا سان پر قرآن پڑھنا فلاحۃ اللہ علی الکاذبین واجبی تعریف ہو تو بھی ایک بات ہے۔ یاد رکھو ایسے دھکوسلے تو وہی مابین جوشیہ ہوں جن کے واسطے امام باقر کا حکم ہے کہ ہمارے سچ پر بھی صدق اللہ کہنا اور جھوٹ پر بھی صدق اللہ کہنا رکافی کتاب الحجۃ ص ۲۳۳) باقی رہا اہل بیت اور قرآن کا ساتھ ہونا اس میں ہماری طرف سے کسی دلیل کی حاجت نہیں اسی مضمون زیر بحث میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ شیعہ علی قرآن کو چھپا کر دست بدست اپنے پیچھے دو اڑدہ امام کو دیتے گئے سوچو قرآن نہ تو تمہارے اماموں کو منظور تھا۔ اور نہ تمہارے اہل بیت کیساتھ کبھی رہا ہے بنیاد ہوائی گولوں کے چلانے سے کیا فائدہ رہا باقی رہا اسی وظیفے لینے استفاہ کے پیسے بھرتے کفن سچرانے اس قسم کے طعنے تو تم کو کسی طرح بھی زیبائیں پڑتوں کی طرح رمل جعفر کے دعویدار تم ہو۔ تعویذ دم گنڈا بلکہ صدما قسم کے حیلوں سے اہل اسلام کو لوٹ رہے ہو اور بارہ مہینے گھنٹے بجاتے ہوئے اور بخاری سیدال کے نعرے لگاتے ہوئے در بدر لگی ہو گئی پھر رہے ہو کئی دفعہ ڈنڈے لگا کر اور مار کا کھا کر اور واہ رے بے شرمی کہ باز رہتے کا سبق پڑھا ہی نہیں..... اور پھر اس قدر جاہل کہ مجھ کو آج تک پہنچا ہی نہیں۔ نہ تو میں کوئی ملاموں اور نہ کبھی مسجد کا طالب علم رہا۔ اور نہ نسواں کو گھنٹا ہوں اس سے زیادہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ انگریزی حکومت نے سرحدیں اپنا رعب قائم کرنے اور سکد جانے کے لئے خوانین صوبہ سرحد میں سے ضلع ڈیرہ کے زوہاب صاحب ٹانک) اور ضلع کوٹاہ میں سے ہمارے باپ دادا۔ اور ضلع تیرہ سے خان اگر کوہ منتخب کر کے لاسو میں بطور اسیر سلطانی رکھ کر اپنا پولیٹیکل مقصد حاصل کیا رہا آپ کہہ سکتے ہیں کہ مشکلاشا کو علم مایا کون کے ذریعہ معلوم تھا کہ تمہارا اس کے دلدل اور ذوالفقار پر ایمان نہ ہو گا۔ اسی لئے تم پر یہ مصیبت نازل ہوئی۔ تو شاید آپ کو خوش کرنے کے لئے خاموشی اختیار کروں.....

(باقی آئندہ)

علمی جواہر، گذشتہ جاریہ پنج سال کے رسائل شمس الاسلام کے کچھ پرچے موجود ہیں یہ رسائل بہت جلد نیا باب ہو جائیگا اور کچھ کسی قیمت پر نہ مل سکیں گے رعایتی قیمت ۲۰ روپیہ پرچہ ملنے کا پتہ رینجر شمس الاسلام بھیرہ رنجاب)

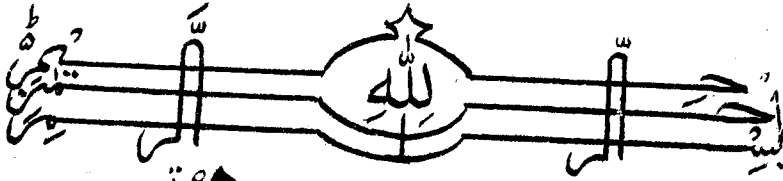
لَقَدْ جُنُكَ بِالْحَقِّ وَلَكِنْ أَكْثَرُكُمْ لِلْحَقِّ كَرِهُونَ
 از تصنیف مامیر معقول و منقول حاوی فروع و اصول محی السنۃ قیام مع الباقی
 حاج الحرمین مولانا السید حسین صاحب رئیس دیوبند (رضویہ)

کشف البلیس

الْمَعْرُوف
 الْهُدَى
 جِلْد ثَانِی
 حسب الارشاد

حضرت مولانا مولوی ظہور احمد صاحب بگوی امیر حزب الانصار، و
 مدیر جریدہ شمس الاسلام بھیر (پنجاب)

کارکنان حزب الانصار نے جریدہ شمس الاسلام کے ساتھ طبع
 کرایا



بحث معرفت خدا

معرفت امیر المؤمنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ

تو کہ حضرت علی سابق الایمان تھے اور ابتدائے شعور میں آپ نے خدا کی وحدانیت کا اقرار کیا اقول جب باتفاق فریقین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے پہلے ایمان لائیں۔ تو اولیت حق بجانب امیر کو نیکو حاصل ہو سکتی ہے۔ بلکہ قول مشہور کے موافق ام المؤمنین کے بعد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ہی ایمان لائے صاحب مجمع البحار لکھتے ہیں کہ اسلام ابو بکر علی المشہور و قیل علی افتحی، اور ظاہر ہے کہ مشہور قول کے مقابل میں شاذ قول کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟ علاوہ اس کے کتب تواریخ سے ثابت ہے کہ جناب امیر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو شبہ کے دن مبعوث ہوئے اور میں منگل کے روز ایمان لایا۔ اب فرمائیے اس ایک دن میں آپ مسلمان رہے یا کیا۔ اور مسلمان ہونے کی صورت میں دوسرے دن ایمان لانے کے کیا تحصیل حاصل کا بطلان مسلم عند العقلائے۔

اور یہ ظاہر ہے کہ جس دن آپ ایمان لائے وہی دن تو آپ کے شعور کا ہو گا امنیں پھر باوجود صاحب شعور ہونے کے ایک دن تک غیر مسلم رہنا ثابت ہو گیا بلکہ کتب تواریخ میں مرقوم ہے کہ قبول راجح جناب امیر اسلام لانے کی وقت دس برس

۱۱ فی الفصل التاسع من مباحث الاستنباط الرافضی راوی قولہ اول من سلم من ان س بعد خدیجۃ ۱۱ منہ غفر اللہ عنہ اس بات سے معلوم ہوا کہ حسب تحقیق علی

بھی حضرت علی کا وجہ اسلام میں ام المؤمنین سے مناسبت ہے ۱۱ منہ

۱۲ اس سے بھی ثابت ہوا کہ صدیق اکبر وقت تبلیغ ہی ایمان لائے بخلاف اور لوگوں کے کہ انکار کے بعد شرف باسلام ہوئے، البتہ حضرت خدیجہ اس سے مستثنیٰ

ہیں کیونکہ وہ تولاقت نبوت ہی ہو اہل نبوت کی مصدق اور اہل سکین ہندہ تھیں، اور بعثت کی خبر بھی سے پہلے آپ کو دی گئی ۱۳ منہ

کے تھے شوخ و کازمانہ تو بہت طویل تھا اتنی مدت تک آپ کا دین و مذہب کیا تھا شیعوں کی معتبر کتاب جلاء العیون سے صاحب
مدر الدجی نے نقل کیا ہے کہ وقت نبوت حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جناب امیر وہ سال گذشتہ بودہ آنحضرت ایمان
آورد اگر کوہ اس وقت تک ان کو نبوت کی خبر نہ ہو اوقبل وصول خبر نبوت فقط موصی رہا براہہ عن الشکر و حصول
نجات کے لئے کافی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وصف حضرت صدیق اکبر میں ابتدائے شعور سے باطن و جوت ثابت
ہے۔ احادیث اہلسنت میں بروایات صحیحہ ثابت ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہم نے جس پر اسلام پیش کیا۔
اس نے پہلے پہل کہا کذب یعنی تم جھوٹ کہتے ہو۔ اور ابوبکر پر جو پیش کیا تو فوراً صدقت فرمایا یعنی آپ سچ فرما
ہیں، اور حضرت صدیق اکبر نے کبھی مذہب پرستی کی اور نہ شراب نوشی۔ پھر اگر بالفرض حضرت صدیق و دواک روز بعد
ہی اسلام لائے تو کیا غضب ہو گیا۔ اور کیا انقصان لازم آیا۔ بلکہ اس دلیل سے بھی فضیلت حضرت صدیق کی ثابت ہوئی
اس لئے کہ قبل اسلام تو عدم کفر و شرک دونوں حضرات میں مساوی ہے باقی زمانہ توحید وہ حضرت صدیق میں بجا
زائد ہے اور یہ مسلم ہے کہ زمانہ فطرت میں موجد کو اس کے اعمال حسنہ کا ثواب بھی ملیگا۔ پس زمانہ فطرت میں جناب صدیق اکبر
نے جتنے اعمال حسنہ مثلاً صدقہ فطرت صلہ رحمی وغیرہ کئے جن میں وہ قبل از اسلام بھی معروف و مشہور ہے اور سب بڑی
فضیلت یہ حاصل تھی کہ ہمیشہ سے قبل اسلام بھی خادم و رفیق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رہے چنانچہ ناظرین سیر تواریخ پر
مخفی نہیں تو ان افعال کا ان کو ضرور ثواب ملا۔ اور یہ امور قطعاً جناب امیرؓ کو حاصل نہیں تھے اب کسی عاقل سے پوچھو کہ
حضرت صدیق افضل ٹھہرے یا جناب امیرؓ کم اللہ وجہہ لہو صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کا قول تھا لو کشف الغطاء
ما انرددت یقیناً الخ اقول اولاً اس روایت کو کتب اہل حق سے ثابت کر دینا نیا یہ ثابت کر دے کہ حضرت صدیق
کو یہ بات حاصل تھی یا نہ تھی یہ مخالف روایات معتبرہ کتب امامیہ ہے صاحب منتہی الکلام کہتے ہیں حضرت امیر وقت
استماع اخبار فتنہ ازبک حمل غیرہ زبانی جناب امیرؓ و زبیر روایت جامعین اہل حق و غیرہ او کما فی البحار
ہے پرسید کہ دین و ایمان میں درال وقت سالم تولد یا مذیانہ انتہی پس کیا اسی کو کمال لقین کہتے ہیں کہ زیادتی کی گنجائش نہ ہو او
زوال کا اندیشہ باقی رہے۔ راجعاً یہ بیان کر دے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات حاصل تھی یا نہیں بصورت
ادل مساوات اور بصورت ثانی جناب امیرؓ کا افضل ہونا لازم آتا ہے اور نے تحقیق یہ حوالہ نقصان مراتب پر دال ہے
حضرت شیخ مجد الدلف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اما بیدار است کہ صاحب رجوع ہم چنانکہ در قرب و لقین اکل است در
کمالات نیز اکل است (القول اول) و آنکہ رجوع نموده است از لقین خود گفتہ است لو کشف الغطاء ما انرددت یقیناً
ایں کلام اگر ثابت شود کہ حضرت امیرؓ است کرم اللہ تعالیٰ و حسب پس حمل براں بایک کہ پیش از رجوع فرمودہ باشند انتہی
اور پوری تفصیل مکتوب ۸۱ جلد ۱ میں دیکھو، مگر بے چارے شیعوں کو کمال و نقصان کی کیا خبر اور ان علوم حقہ سے کیا
نسبت ہدانا اللہ وایام ہمہ آمین۔

معرفت الہی متیق جاننا حضرت رسالت پناہی صدیق اکبر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ

تو کہ بروز ہجرت آپ خداوند عالم کو ایسا بھولے کہ قریش کی آہٹ پاتے ہی بچوں کی طرح رونے لگے اور کہنے لگے کہ قریش کثیر ہیں ہم صرف دو آدمی ہیں کیسے جان بچے گی تب حضرت رسول مقبول نے یاد دلایا اِنَّ اللہَ مَعَنَا اَقُول۔ یہ اعتراض بھی اتباع بن سبا کا اختراعی ہے جو اپنی نزولی اور نامردی کی وجہ سے جہان کسی کو کسی خوفناک جگہ میں ہوا سنتوں میں لہجائے الموقنین علی نفسہ سمجھنے لگتے ہیں کہ وہ بھی ان تخریسیاں کی طرح ڈر گیا ہوگا۔ اہل عقل ان لوگوں کی شجاعت پر ان کی عالی وصلگی اور بلند خیالی کو قیاس کر لیں باقی رہا روئے پیٹے کا قصہ کتب اہلسنت میں کہیں مذکور نہیں ہاں اتنی بات سے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کو اس کارِ نجات ہوا کہ خدا خواستہ کفار اشراک کے ہاتھوں خلیف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہیں کچھ صدمہ نہ پہنچے جس پر کلمہ لا اتحن وال ہے۔ کیونکہ حزن و دوسروں پر ہی ہوا کرتا ہے۔ اگر ان کو اپنا خوف بھی ہو نقصان کی بات نہیں ہے امور عادیہ سے دفعہ خوف کا پیدا ہوا بعید نہیں دیکھو حضرت موسیٰ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو باوجودیکہ آپ نے حسب امر خداوندی اپنی ہی عصا کو زمین پر ڈال دیا تھا مگر دفعہ اس کے سانپ بن جانے سے آپ کے جی میں خوف پیدا ہوا۔ چنانچہ یہ سب شخص قرآنی ثابت ہیں اور شجاعت والو الغر ہی بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حقہ نہیں لگے کہ طبیعت بشری کا مقتضی ہی ہے کہ دشمن کو دفعہ دیکھنے سے خوف پیدا ہو جاتا ہے اور حقیقت الامر کا خیال نہیں رہتا۔ موسیٰ علیہ السلام بھی لکڑی کے سانپ سے ڈر گئے تو کیا حضرات شیعہ موسیٰ علیہ السلام پر بھی جبن و امدری کا الزام لگائیں گے، علاوہ اس کے معترض کا یہ اعتراض خود اسکی کتابوں کے خلاف ہے صاحب حمہ حیدری نے بیان ہجرت میں واقعہ غار کو لکھا ہے

گر قند در جوف آں غار جائے	ولے پیش بہناد بو بکر پائے	بہر جا کہ سوراخ یا رختہ دید
قبارا بدید و آں رختہ چید	بدیں گوئے تاشد تمام آں قبا	یکے رختہ نگرفتہ ماند از قضا

۱۔ اس کے ثبوت میں نو شیعوں کی روایات بحث شجاعت صدیقی میں بذیل قول مترض بروز ہجرت قریش کی آہٹ اتنے اتنی ہیں ۱۲ منہ
۲۔ قرآن میں لکھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لا تحف اور حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو لا تخطا اور سر دار نبینا صلی اللہ علیہ وسلم کو
۳۔ لا تحزن علیہم کارشاد ہوتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ حزن و خوف کا لاحق ہونا یا حزن و خوف کی وجہ سے خدا کی طرف سے لا تحزن یا
لا تحف کا فرمان ہونا موت و ولایت کے منافی نہیں۔ اور ایسے کلمات سے مخاطب کو جزو تو یہ بھی مقصود نہیں کہ لا تحزن یا لا تحف کا
مناظرہ

برائ رقتہ ماندہ آں یار غار	کف پائے خود را نمود استوار	نیاید جز او ابن شگوف از کسے
کہ دور از خرد می نماید بسے	نیاید چنین کارے از غیر او	بنیایاں چو پروا خت از رفت ورو
در آمد رسول خدا سم بہ غار	نشستند یک جا ہم سر دو یار	چو شد کار پرداختہ آں چنایاں
رسیدند کافر پیلے بر آں	در آندم بکف پائے آں یار غار	کہ بروئے سوراخ بود استوار
ریشیں زرقدان مارے گزند	وزاں درد افغان او شد بلند	پنیمبر باو گفت آہستہ باش
رسیدند اعدا مکن راز فاش	مخوغم مگرداں صدا را بلند	کہ از زخم افغی نیابی گزند

ان اشعار سے جس درجہ کی فضیلتِ جنابِ صدیق کی ثابت ہوئی وہ ال عقل و تدبیر سے مخفی نہیں اور یہی معلوم ہو گیا کہ حضرت صدیق سانپ کے کاٹنے کی تکلیف سے روئے تھے نہ کہ کفار کی ہیبت سے۔ گچہ زور سے رونما بھی مخالف روایات اہل سنت سے مدارج النبوۃ میں ہے و آمدہ است کہ در راہ پایمالے آں سر و مجروح شد صدیق اورا بردوش خود برداشت و بدر غار رسانید و درخت خود در غار آندا آفتے دیکر وہے ہاں حضرت نرسد و ہوام در اں غار مسکن داشت پس اندروں رفت و غشت و اختیار کرد و حجرہ نایک بود ہر دوسو سوار کے کیا فت و صلہ از جامہ خود کہ بروقتی بود پارہ سے ساخت و سوراخ بان مضبوط میکرد یک سوراخ باقی ماند کہ جامہ ہاں دفنا کرد پاشند پائے خود آں محکم گردانید پس گفت یا رسول اللہ درائی حضرت درآمد و سر مبارک بزانوے ابوبکر نہادہ بخواب رفت و مارا و کتر دہا ابوبکر را می گزیدند ہم نمی زد و نمے جب بید ہوا و آنحضرت بسیار گزند و لیکن اشکبار از خسار او رواں بروئے آنحضرت اقتدار پس اصل واقفہ یہ تھا جس کو شیعوں نے عجیب عجیب سیرا میں بیان کیا ہے کوئی کہتا ہے حضرت ابوبکر تکلیف سے چلانے لگے کوئی کہتا ہے کفار کے خوف سے رونے لگے غرض کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ کہتا ہے سر شخص ایک نئے سیرا میں اغراض جماتا ہے۔ چنانچہ واقعین کتب امامیہ سے مخفی نہیں علاوہ اسکے کچھ حضرت صدیق کی موت شیعوں کے خیالی اللہ کی طرح ان کی اختیار میں نہ تھی کہ ان کو اپنی جان کا خوف نہ تھا چاہے شیعوں کے لسانی امام الامۃ جو بڑے شجاع بلکہ شیعہ الناس تھے حضرت خلفائے

۱۷ یہاں سے شاعر نے اظہارِ فرض شروع کیا ۱۸ اس سے معلوم ہوا کہ دشمنوں کی آمد کی خبر پہلے خود سرور عالم کو ہوئی اور آپ ہی نے ان کی آمد سے حضرت صدیق کو خبر دی پس یہی خلافِ معائنے مقرر ہے ۱۹

۲۰ ان اللہ معنا سے ظاہر ہے کہ جو سمیت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رب العزت سے حاصل ہے اسی محبت میں ابوبکر بھی شریک ہیں اس سے بڑھ کر اور کوئی فضیلت نہیں ہو سکتی نیز قرآن میں جہاں بھی رب العالمین نے مومنین کے ساتھ اپنی محبت کا ذکر فرمایا ہے۔ وہاں کسی نہ کسی وصف کے ساتھ محبت کا ذکر فرمایا ہے جیسے مع الصابونین مع المحسنین ہذا خدا کی محبت کسی خاص وصف صبر یا احسان کی بنا پر حاصل ہوتی ہے مگر اس آیت کی رو سے حضرت صدیق اکبرؓ کی ذات کیساتھ خدا کی محبت ثابت ہو ۲۱ (تیسرے)

ثلثہ سے عمر بھر ڈرنے رہے تمام عمر شریف تقیہ ہی میں کٹی، کبھی حق بات منہ سے نہ کہنے کا حوصلہ نہیں ہوا حالانکہ آپ کی موت اختیار تھی کوئی قتل کر سکتا تھا۔ بہت ہوتا تو اظہار حق سے کوئی تکلیف پہنچتی، مگر غایت شجاعت سے کبھی اظہار کا موقع نہیں ملا خود باللہ من خرافات الملاحدہ تو پھر حضرت صدیق کا کیا شکوہ ہے بہر کیف اس اعتراض سے اتنی بات ثابت ہو گئی کہ حضرت صدیق کا ایمان منافقانہ نہیں تھا ورنہ کفار کے ہاتھوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صدر پہنچنے کا انہیں رنج کیوں ہوتا جیسا کہ بعض انوان الشیاطین نے کہ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے ابوبکر کو ساتھ لے لیا تھا کہ ہمیں پیچھے سے یہ کفار ملے کہ اعلانِ ندیدیں اور پھر وہ سدا رہ ہو جائیں اور خدا خواستہ تکلیف پہنچائیں،

لعنت اللہ علی الکاذبین

معرفت الہی حضرت خلافت پناہی سیدنا الفاروق بین الذنوب و الصدوق رضی اللہ عنہ

قولہ حضرت فاروق چھپائیں میں تک کافر تب پرست تھے اقول مگر آخر ایسا ہی ایمان لائے لہذا اب میرے پہلے سے شاہ مردان موجود تھے مگر آپ کو کفار کے مقابل میں ایمان ظاہر کرنے اور ان کی روبرو نماز پڑھنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ اور جناب فاروق کے ایمان لانے ہوئے اہل اہکلمہ اللہ ہو گیا کفار کی کہیں ٹوٹ گئیں تبیں پست ہو گئیں اسلام کا بول بالا ہوا اور کفر و شرک کا منہ کالا ہوا پر ہم چند اشعارِ حلاجی دی کہ جس کا مصنف متعصب شیعہ ہے نقل کرتے ہیں جن میں اس نے حضرت عسکریؑ کے اسلام کی کیفیت لکھی ہے۔

۱۱۔ حضرت عسکریؑ کے اسلام کی کیفیت لکھی ہے۔

گرفتار بر سرور انبیاء
ذراں مشیر یافت دین تقویت
بسوئے حرم آشکارا روند
زخیر البشر یافت عز قبول
بہ پہلو رواں حمزہ نامدار
حائل کناں تیغ کیں بر کمر
چوں دیند کفازاں گونہ حال
بدو گفت این چلیپے بد گھر
عمر نہ کرد اسلام خود آشکار

در آمد عسکریؑ غدر گو
بگفتند اصحاب ہم تنہیت
کہ از خدمت سرور انبیاء
رسید این سخن چوں بعرض رسول
چو سوئے حرم سید المرسلین
ہمے رفت در پیش حیدر عسکریؑ
بنقند زیناں بہ بیت المحرام
یکے رفت زانہا بہ نزد عسکریؑ
بہ کہیں رفتی و با نیاز آمدی

چو در باز کردند بر روئے او
نشان دہ بجائے کہ بودش سرا
بس اصحاب دین را شد این دعا
نماز جماعت بجا آوردند
رواں شد بتائید دیان دین
پیشین علی صاحب ذوالفقار
بگرد آمدہ جمع یاراں تمام
نمودند با ہم بسے قیل و قال
نہ زانساں کہ رفتی و باز آمدی

پس آنکھ باد گفت اے نابالک
چو کھار دریا قندیں سخن
ہناندہ با اہل ملت نزاع
ازاں حال کفار پس پاشند
نمودند یاراں باو اقتدا

ہر اس کز شما بند از جائے خویش
کہ در دل چہ داند آں انجمن
چو دیدند آں صحبت اصحاب دیں
دلبران دین مسجد آراشدند
نبی گفت تبکیر چوں در حرم

بہ بند سر خویش برپائے خویش
ہناندہ پا در رہا تنہا
ہمہ دست بر بند بر تیغ کیں
بہ پیش اند آمد رسول خدا
نقادند اصنام بزر و ہسم

ز تائید ایزد بمسجد نماز ادا کرد آمد سوئے خانہ باز

ان اشعار سے کہاں شان فاروقی ظاہر ہوتی ہے سبحان اللہ و محمد و رضہ و خوارج کافر سابق کی وجہ سے صحابہ کرام علیہ السلام پر اعتراض کرنا عین اسلام پر اعتراض کرنا ہے کیونکہ اکثر صحابہ غلام بعد کفر داخل اسلام ہوئے تھے بلکہ اسلام کی غرض اصلی یہی ہے کہ لوگوں کو ظلمات کفر سے نکال دے اور ہدایت سے منور کر دیا جائے مگر جب کفر سابق کی وجہ سے پھر بھی وہ محل طعن ہوئے تو اسلام نے کیا فائدہ پہنچایا فاعتبر وایا اولی الا بصار اور تعجب تو یہ ہے کہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ باوجودیکہ دو دھائی سو برس تک جو سیت میں مبتلا رہے اس پر بھی وہ اہل بیت میں داخل کئے جائیں۔ اور شرف وصایتہ و درجہ عصمت پائیں اور خلفائے راشدین میں باسنتائے صدیق اکبر پیش پیش کی بت پرستی سے خلاف کی صلاحیت باقی نہ رہے ان ہذا الشیخ عجب اب یہاں پر چند امور تفتیح طلب ہیں، اول یہ کہ حضرت سلمان کی عمر کیا ہوئی اس کی نسبت صاحب منہی الکلام علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں، از کتاب امامیہ بخصوص بشہادت شہید ثانی الت در محاسن واضح است کہ بغداد اکثر روایات عمر سلمان تا بیسہ صد و پنجاہ سال رسیدہ بود انتہی دوم یہ کہ قبل از اسلام جو حسیت و آتش پرستی میں مبتلا رہے یا نہیں اس کی نسبت کتاب اختصاص کی روایت سنئے روزے پیش امام صادق علیہ السلام در بارہ سلمان و جعفر طیار سخن مے رفت و امام تکیہ فرمودہ بود حاتم بن جعفر نے کہ سلمان تفضیل دادند ابو بصیر گفت سلمان گیرے بود مسلمان شد حضرت از تکیہ جدا گشتہ بغیظ تمام فرمود کہ اے فلاں خدائے عزوجل سلمان را علوی کرد بعد از مجوسی بودنش و قرشی گردانید بعد از فارسی بودنش پس صلوات خدا بر سلمان باد الخ منہی الکلام، اور حدیث کاظمی جسکو ابن بابویہ زوائد کرتے ہیں اس میں حضرت سلمان کے اسلام لانے کی وجہ خود حضرت سلمان سے مروی ہے جناب امیر رضا قصہ اسلام از سلیمان پرسید عرض کرد کہ ہرگز گفتنی نیست لیکن چون انثال واجب است میگویم کہ در وطن خود یعنی شیراز ہمراہ پدر بر عیب گاہ رفتم اتفاقاً از صومعہ آواز آہے یعنی اشھد ان لا الہ الا اللہ وان عیسای روح اللہ وان محمد اجیب اللہ بلندی گرفتہ صبر و قرام در بود و از آفتاب پرستی نیز گرد راستی بقدر حاجت انتہی الکلام سوم یہ کہ حضرت سلمان اہل بیت میں معدود ہیں یا نہیں، اس کی حقیقت بھی سن لیجئے صاحب بصائر الدجات بسند معتبر فضل بن عیسیٰ روایت کرتے ہیں کہ من ہمراہ پدر خود شرف حضور امام صادق علیہ السلام دیکھم

پدرم بین ادب و سید و گفت کہ در بارہ حدیث نبوی یعنی سلمان مناہل بیت چہ فرمائی فرمود: صحیح است گفت آیا
 سلمان از اولاد عبدالمطلب بود کہ اوراد اہل بیت فرمودند حضرت ارشاد نمود کہ او از اہل بیت است انتی بقدر الحاجة
 رشتی الکلام چہام یہ کہ درجہ و صابت و عصمت بھی حاصل تھا یا نہیں صاحب منتہی الکلام علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: بحکم
 احادیث کافی باعتراف صاحب ثنائی کہ استعرف انشاء اللہ تعالیٰ ہم کہ از اہل بیت است وی جناب پیغمبر است پس
 سلمان فارسی راضی و راضی است کہ ضمیمہ ائمہ اثنا عشر نماید و امامت ثلثہ عشر قائل شوند انتی۔ اگرچہ اہل بیت میں شامل
 ہونے کے بعد عصمت کے اثبات کے لئے کسی روایت کی نقل کی ضرورت نہیں کیونکہ عند الشیعہ اہل بیت کی عصمت کی
 آئینہ تطہیر دلیل واضح ہے مگر ظہاراً للتحجہ کچھ عرض کر دینا ضروری ہے نور اللہ شہید ثالث سلمان فارسی کے ترجمہ میں مجالس
 کے اندر شیخ الموحیدین محمد ابن عربی جن کو وہ اپنے اور علماء کی طرح شہید ٹھہراتے ہیں حضرت سلمان کی عصمت کو اوطیب
 خاطر نقل کرتے ہیں فخذ اشہاداً من النبی صلی اللہ علیہ وسلم لسان الفارسی ج۱ الطہارۃ والحفظ
 الا لہی والعصۃ قال فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلمان مناہل الہدایت: فاقھی بقدری
 الحاجة رشتی الکلام شیعوں کی خوبی عقل کو دیکھئے کہ نیکوؤں برس کے گہر و جوسی کو تو فلک الافلاک پر پہنچا پیش
 اور ہر جناب امیر بنائیں اور خلفائے راشدین پر چند روفہ تاخیر اسلامی کی وجہ سے اعتراض کریں اور انہیں قابل خلافت
 نہ سمجھیں لا حول ولا قوۃ الا باللہ العظیم ای ہمہ شیعہ اپنی ہیودہ لن ترانی کا جواب اپنے نقبدرین ہی کی زبانی
 سن لیں حدیث کلینی و کشی و امام عظیم طوسی جو امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے اوس کا ترجمہ حضرت مجلسی یوں
 فرماتے ہیں: روزے سلمان در مسجد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم باجماعتے از قریش نشستہ بود پس ایشان شرف کردند در
 ذکر حسبائے خود و قبیلہ مانے خود را بالا کردند تا آنکہ نوبت سلمان رسید پس عمر بن الخطاب باو گفت خبر دہ مرا اے سلمان
 کہ تو کیستی و پدر تو کیست و اصل تو چیست پس سلمان گفت منم سلمان پسر بنوہ خدا منم گمراہ بوم پس حق تعالیٰ مرا ہدایت
 کرد و برکت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں پریشان بوم پس مرا خدا نے تعالیٰ مرا غنی گردانید بحسبہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
 و من بنوہ بوم پس خدا مرا آزاد گردانید برکت محمد و اس است حسب نسب من الخ انتہی الکلام یہاں پر حضرت سلمان رضی
 اسلامی برکات کو بخوبی بیان فرمادیا اور قوی شجی کی خوب ہی نزدیک اور اسلامی برکات و کمالات کے مقابل میں شرافت
 نسبی وغیرہ سب کو نظر انداز کر دیا۔ اور نہ گذشتہ خلافت کو موجودہ ہدایت کے کسی طرح خراج سبھا خلاصہ یہ ہے۔ کہ
 تقدم و ماخر کا کچھ اعتبار ایمان و اخ و اقیین کامل چاہئے اور اسی پر تفاوت درجات کا مدار ہے و نہ حضرت متعرض کے
 نزدیک تو وہ اور دیگر زمینیں شیعہ حضرت سلمان و ابوذر وغیرہم حتی اللہ عنہم سے جو پس از ابتلائے الکفر ایمان لائے تھے
 بدرجہ افضل و اکمل ہونے چاہئیں، ولا یخفی اسخفاً اور منہج الہادی عبارت بھی مثبت مدعا ہے حکوہم
 بحث معرفت عثمانی میں نقل کرینگے۔ فلکن من المنتظرین۔

قولہ مدت مدیت تک آپ حضرت رسول کے دشمن جانی رہے اقول اسلام کے بعد کفر کے افعال حسب نص قرآنی نسیا
 مینسا ہو جاتے ہیں اور وہ افعال پس از اسلام محل طعن نہیں ہوتے قولہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عمرؓ
 نے بعد اسلام شراب نوشی کی اور عالم نشہ میں عبدالرحمن بن عوف کو ایک ہڈی سے مارا اور دو شعر پڑھے جس کا مطلب
 یہ ہے کہ خدا سے کہ دو کہ ہم کو شراب پینے سے بچا دے اور سہارا کھانا بند کر دے اور آج ہم نے روزہ رکھنا چھوڑ دیا۔ اقول
 اولاً جو وقت تک ابتدائے اسلام میں شراب کی حمت نازل نہیں ہوئی تھی۔ اس وقت میں اگر کسی نے شراب پیا ہو۔ تو
 کیا گناہ کیا اور حالت نشہ کے افعال پر اعتراض کرنا عاقل کا کام نہیں ثابتاً تصحیح نقل چاہئے پہلے یہ بتاؤ کہ یہ روایت
 فتح الباری کے کس جلد اور کس صفحہ میں ہے و دوماً: خوط الفتاۃ مثالاً ایک یہ بھی شیعوں کے مکالمہ سے ہے کہ جس
 بات کو کوئی بنظر تزیین نقل کرتا ہے وہاں پر قول مردود کا حوالہ دیدیتے ہیں اور الفاظ تردید و تغلیط کو ضم کر جاتے ہیں جس طرح
 کوئی بے نمازی لا تفسر بالصلوۃ کو ترک نماز کی محبت قرار دے۔ پس اگر فتح الباری میں نقل کیا ہو گا تو اس کی تردید بھی
 ہوگی رابعاً حضرت سید الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہ وسلم فریقین میں ان کا قصہ صحیح بخاری وغیرہ میں منقول ہے کہ تحریم شراب کے
 قبل ایک مجمع میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شراب پی رہے تھے۔ کہیں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ جندنا و نٹ لینے ہوئے آئے اور
 وہیں پر باندھ کر کسی کام کو چلے گئے اور حضرت حمزہ بعض لوگوں کے اشارہ سے حالت نشہ میں اٹھے اور اونٹوں کا سپیٹ
 چاک کر کے کبچے نکال لے گئے حضرت علی جوئے تو اونٹوں کی یہ حالت دیکھ کر حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں روتے
 ہوئے حاضر ہوئے اور سارا واقعہ عرض کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ خبر سنا کر حضرت حمزہ کے پاس تشریف لائے حضرت
 حمزہ کو اس وقت کہاں وہاں تھے ان کو آنحضرت کی عظمت کا کچھ بھی خیال نہ ہوا اور بل اٹھے ہل افتدہ الا عبید
 ابائی تم تو میرے باپ دادا کے غلام ہو آپ ان کی بدحواسی دیکھ کر واپس چلے آئے اب خیال فرمائیے یہ واقعہ حضرت
 عمرؓ کے قصہ سے کہاں تک بڑھا چڑھا ہوا ہے تو کیا اس واقعہ کی وجہ سے حضرات شیعہ سید الشہداء پر بھی اعتراض
 کرنا جائز سمجھیں گے اعاذنا اللہ من سوء الفہم

معرفت الہی افضل اختیارات یا عثمان ذو النورین رضی اللہ عنہ

قولہ حضرت عثمان بہت زمانہ تک بے ایمان رہے اقول بے ایمان ہونی کہا کرتے ہیں قولہ آپ نے قصہ
 جلدیں قرآن پاک کی جلوا دیں اقول صد ماجد و صبح کی خوب کہی کیا ان میں کوئی جلد چالیس پارے والی ہے کہ جس کی جلوائی
 گئی تھی بایں ہمہ یہ اعتراض بھی یہودیوں کی ایجاد ہے۔ کیونکہ درپردہ وہ اصول اسلام میں بخند و الننا جاتے ہیں اسلئے
 کہ خلاصہ اس اعتراض کا یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اصلی قرآن کو جلادیا اور اپنا محرقہ مصحف بلاد اسلام میں شائع
 کیا جس سے افالہ لے افظون کی تغلیط ثابت ہوئی ہے اور جب ایک جگہ معاذ اللہ وعدہ خداوندی کا خلاف

سمت ہوگی تو ساری باتیں گاؤ خورد ہو گئیں کہاں کا اسلام اور کیسے خاتم الانبیاء اور کیسا جہنم اور کہاں کی جنت ہر جگہ معاذ اللہ غلط بیانی کا احتمال موجود ہے، اشیعوں کا معتقد تحریف قرآنی مونا ناظرین کتب مجلسی وغیرہ علیمہ ما یشتملہم پر مخفی نہیں غرض حضرت ذی النورین کے بغض نے ان کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا ان کو حضرت عثمان کے عناد میں اپنے دین و ایمان کی بربادی کی خبر نہیں دی انا للہ وانا الیہ راجعون ایسے ایسے خرافات و غرضوں کی حقیقت اہل فہم و تدین سمجھ لیں مزید توضیح کی حاجت نہیں قولہ سرگز یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ اس کہنے سے ہمارا یہ مطلب ہے کہ جو شخص ایک وقت کافر ہو وہ مسلمان نہیں ہو سکتا اتوں گو یہ صاف نہ کہو مگر ہمارے کلام کا یہی منشا ہے کامر، قولہ اسلاما یہ مطلب ہے کہ حضرت عثمان یا حضرت عمر کا ابتدائے اسلام سے تا وفات جیسا ایمان رہا اس سے حضرت علی کا ایمان کسی وقت کم نہ تھا۔ اتوں ہم دیکھتے ہیں کہ بت سے ان مسلمانوں نے جن کے آباؤ اجداد مسلمان چلے آئے ہیں کہتے تو مسلم زیادہ خوشیلے اور احکام اسلامی کے زیادہ پابند ہوتے ہیں جو نے الحقیقت ان کی قوت ایمانی کی دلیل ہے تو کیا وہ آبائی نام کے مسلمان بردے عقل شرع ان تو مسلموں سے افضل کہے جاسکتے ہیں، سرگز نہیں اور بالفرض حضرت ابو بکر رضی سے کوئی طرح افضلیت ثابت نہیں ہوئی جس کا شاید آپ کو بھی اقرار ہے ورنہ حضرت عمر و عثمان کے ساتھ ان کو کیوں چھوڑ دئے ہوتے اور جب افضلیت صدیقی ثابت ہو گئی تو خواب امیر کا حضرت صدیق سے مفصول اور حضرت فاروق و حضرت ذوالنورین سے افضل ہونا باجماع مرکب و اتفاق فریقین باطل ٹھہر چکا فتنہ اسکے بعد آپ نے مفصول گوئی سے جو کام لیا ہے وہ قابل توجہ نہیں فائز افضلیت کا دار مدار قوت ایمانی پر ہے اولیت و بعیدت کو کوئی دخل نہیں ہے چنانچہ اس مضمون بعض اکابر شیعہ نے بھی بخوبی لکھا ہے صاحب منہاج السلام فرماتے ہیں کہ چون تو مے از مسلمین گمان کردہ فوجد کہ ہر کہ بعد اتفاق و عناد و ایمان آورد ثواب و نسبت ثواب یکسر در اول مرتبہ اختیار طریقہ مرتضیہ ایمان نماید نقص و اجراء قتل ہے یا شدہیں صورت این آیت یعنی ان الذین آمنوا والذین ہادوا والنصارى والصائبین من امن بالله والیوم الاخر و عمل صالحا فلهم اجرهم عند ربهم ولا خوف علیہم ولا هم یحزنون نظر بایک مثبت مساوات ثواب است مطلق اس خواہ بود انتہی بلقطہ رفتنی الکلام من بن لیل کے بعد تفاوت درجات کے ثبوت میں اولیت بعیدت ایمانی کو پیش کرنا نہایت بے انصافی ہے،

بحث تقرب خدا

تقرب خدہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ

قولہ حضرت علی کی شان میں حضرت رسول خدا نے فرمایا النظر الی وجہ علی عبادۃ اتوں اولاً واضح

رہے کہ کتب فریقین سے ثابت ہے کہ بارشاد نبوی و جناب مرتضوی حضرت امیر کے جناب میں غلو کرنے سے دو گروہ گمراہ ہو گئے ایک وہ جو محبت میں حد اعتدال سے گزر جائے اور دوسرا وہ جو آپ سے انھیں عداوت رکھے اور یہ دونوں فرقت پیدا ہو چکے محبت مفرط کی وجہ سے شیعہ گمراہی میں پڑے اور عداوت کی وجہ سے خوارج جہنمی بنے شیعوں نے دوستی ایسی کی کہ یہود و نصاریٰ کو بھی مات کر دیا اور خوارج و نو اصحاب دشمنی کر کے واصل جہنم ہوئے اور حق سبحانہ نے اپنے فضل و کرم سے اہل سنت ہی کو صراطِ مستقیم پر رکھا اور تمامی طرق ضلالت سے بچایا۔ یہی حضرات ہیں کہ تمام صحابہ کرام و اہل بیت عظام کو حسب ارشاد نبوی اپنا امتقا سمجھتے ہیں کسی کی شان میں ادنیٰ لگتا ہی دے ادنیٰ کو اتباعِ شیطانی و جہنم فر موجب دخول نار جہنم جلتے ہیں نہ کسی کو اس کے مرتبہ سے بڑھاتے اور نہ فرق باطلہ کی طرح اپنے ادعا سے محبت میں جمیع صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو نعوذ باللہ کافر و منافق بناتے ہیں۔ بلکہ جمیع اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کو جو آنحضرت صلعم سے ثابت ہیں بلا کم و بیش اپنی کتابوں میں نقل کرتے ہیں اور فضائل و اقیعہ کے بیان کرنے کو افضل العبادات سمجھتے ہیں اور ان ہی احادیث کی بنا پر تمامی فرقہ ضالہ کی سرکوبی کو مستحب و جواتے ہیں یہی وجہ ہے کہ حسب طرح فضائل حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کتب اہل سنت میں متواتر منقول ہیں حضرت اسد اللہ الغالب سیدنا علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ کی فضیلت میں بھی حدیثیں بکثرت موجود ہیں اب شیعوں کی خوبی فہم کو دیکھئے کہ اہل سنت جن احادیث سے فضائل جناب امیر کو خارج کے مقابل میں ثابت کرتے ہیں وہ ان ہی حدیثوں سے اہل سنت کے مقابل میں خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم پر فضیلت مرتضوی کو ثابت کرنے بیٹھ جاتے ہیں یہ نہیں سمجھتے کہ اگر اہل سنت کو فضائل و اقیعہ جناب مرتضوی سے معاذ اللہ کچھ بھی انکار ہوتا تو حدیث کی ہر ایک کتاب میں منتقل باب فضیلت جناب امیر کا کیوں منعقد کرتے اور اس کثرت و شہرت کے ساتھ فضائل مرتضوی کو کیوں ذکر فرماتے بریں غفل و دانش بیادہ گزشتہ اب واضح ہو کہ حدیث الظلم الی وجہ علی عبادۃ کتب اہل سنت میں بروایات متعدد حضرت صدیق اکبر و ام المؤمنین عائشہ صدیقہ و دیگر اصحاب کرام رضی اللہ عنہم سے جنہیں شیعہ اعدا و جناب امیر سمجھتے اور اپنے زعم باطل کی وجہ سے ان حضرات کی شان میں گستاخیاں کر کے اپنا ایمان کھوتے ہیں منقول ہے اسی سے اہل فہم و انصاف سمجھ لیں کہ حضرت صدیق و عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما کو جناب امیر سے عداوت ہوتی تو وہ فضائل جناب امیر کو کیوں بیان فرماتے ہر کیف اہل سنت کسی واقعی فضیلت کا جناب امیر کے انکار نہیں کرتے البتہ شیعوں کی جھوٹی من ترازیوں کے مستحکم ہیں اہل فہم اسی جواب سے متعرض کے اور روایات منقولہ کا جواب بھی سمجھ لیں اب یہ جاننا چاہیے کہ حسب طرح حضرت علی کی زیارت عبادت ہے اسی طرح تمام صحابہ کرام و اکابر علماء و صلحا و اہل امت کی زیارت عین عبادت و موجب اجر ہے جس کا کوئی عاقل انکار نہیں کر سکتا غرض یہ صنف مخصوص بجناب امیر نہیں ہے اور نہ اس حدیث سے دوسروں کی نفی ثابت ہو سکتی کما لا یخفی،

قولہ برزخ قیامت لوائے احمد حضرت مرتضیٰ کے ماتھے میں ہو گا اور تمام انبیاء اسکے نیچے جو کر چلیں گے، اتول پھر کیا ہے

جب حضرت علی بن ابی طالبؓ خاتم الانبیاء علیہ السلام سے بڑھ گئے تو نہ نفاٹے ٹلشے سے بڑھ جانے میں کیا جفا
 رہی انہوں نے آپؓ کو علمبردار و خادیم و دلیل افضلیت نہیں ہے خصوصاً ایسے شخصوں پر جو محب روایات شیعہ منبر
 گوشت و چشم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ اگر علمبرداری دلیل افضلیت ہو تو حضرت عباس علمبردار کا امام مظلومؓ
 سے افضل ہونا لازم آئے گا یہ کہ انہیں جانتا کہ علمبردار سلطان بادشاہ و خاصان و مقرران شاہی سے جیسے فرار وغیرہ
 ہرگز افضل و ذی رتبہ نہیں ہوتا علاوہ اس کے یہ روایات منقولہ متعرض محض جھوٹ و مخالف احادیث معتبرہ اہلسنت
 ہے اور منقربات امامیہ قابل محبت نہیں ترمذی و دارمی کی روایت ہے رسول خدا صلعم فرماتے ہیں وانا حامل
 لواء الحمد یوم القیامۃ تحت آدم فمن دونه ولا فخر کذا فی مشکوٰۃ فمن دونه سے معلوم ہوتا ہے
 کہ حضرت علیؓ لواء الحمد کے نیچے ہوں تو ہوں حامل ہوں انہیں میں اسی طرح کے الفاظ متقابہ حدیثوں میں موجود ہیں دارمی
 میں ہے وانا حلیب اللہ و معی لواء الحمد یوم القیامۃ ترمذی میں ہے و لواء الحمد یومئذ بیدی
 کذا فی مشکوٰۃ پس ان روایات معتبرہ کے مقابل میں کسی جال کا قول کب قابل قبول ہے قولہ حضرت علیؓ کی
 شان میں آیات قرآنی کثرت موجود ہیں (۱) سورہ دہر (۲) قل لا اسئلكم علیہ اجر الا الا المدۃ فی القبر (۳) انما
 ویکم اللہ (۴) آیت تطہیر و مباہلہ وغیرہ

اقول خلفائے ثلاثہ و جمیع اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل میں بھی آیات قرآنی کثرت موجود ہیں۔
 اور ایک فضیلت خاصہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی یہ ہے کہ آپؓ کے موافق بیسیوں آیتیں نازل ہوئیں چنانچہ
 جناب امیر فرمایا کرتے کہ تم قرآن میں عمرؓ کی رائے اسی رائے اور کلام اسی کلام پاتے ہیں اور نیز جناب امیر کا قول ہے
 کہ عمرؓ اگر کوئی بات کہتے تو قرآن میں اسکی تصدیق نازل ہوتی دیکھو سیرۃ الفاروق اب فرمائیے حضرت عمرؓ افضل تھے
 یا جناب امیر علاوہ بریں آیات منقولہ متعرض کو اس کے مفید طلب ہونے میں طویل بحث ہے جسکی تفصیل کی یہاں گنجائش
 نہیں مطولات میں دیکھو

تقرب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

قولہ اہل سنت کے امام ابو حنیفہؒ نے لکھا ہے ان ایمان ابی بکر الصدیقؓ و ابلیس واحد یعنی حضرت
 ابوبکر اور ابلیس کا ایمان ایک ہے اقول جھوٹ بولنے کو بھی عقل چاہئے۔ اس متعرض نے اتنا سمجھا کہ علماء اہلسنت
 جو ہندوستان میں زیارت ابن سباؓ کی سرکوب کرتے چلے آئے ہیں و خاصہ مقلد حضرت ابو حنیفہ نعمان بن ثابتؓ کوئی حجت
 ہی تو ہیں پس اگر معاذ اللہ ہمارے امام صاحب تبرائی ہوتے اور ابن سباؓ کی طرح حضرت صدیق اکبرؓ کے جناب
 میں گستاخیاں کرتے تو پھر ان کے مقلدین کے ہاتھوں ان کو یہ مصیبتیں کیوں جھیلیں پڑتیں اور یہ حضرات امامیہ کی عادت

کہ بے چارے عوام سنیوں کو چھپانے کیلئے اپنی خرافات کو اہل سنت کی بڑی بڑی کتابوں کی طرف منسوب کرتے ہیں اور کہیں بے نام و نشان کتاب کو اہل سنت کی بتاتے ہیں اور کبھی شیعوں کی کتاب کو بوجہ مشارکت اسی سنیوں کی کہ جاتے ہیں، اعاذنا اللہ من مکائدہم، اور بغرض ثبوت اس عبارت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ مومن یہ حضرت صدیق و ابلیس زندیق کا متحد ہے یعنی جن چیزوں پر حضرت صدیق کو ایمان لانا فرض ہے۔ انہیں پر ابلیس لعین کو بھی ایمان لانا ضروری تھا یا وہ کہتے کہ جب باتفاق عقلاً قیام عرض واحد و محلول میں نہیں ہو سکتا پھر ایمان کا فرد واحد و شخصوں میں کیونکر قائم ہو سکتا ہے اور اگر باعتبار مماثلت کے واحد کہتے ہو تو یہ ظاہر ہے کہ یہ معنی حقیقی تو ہیں نہیں پھر تمہارے معنی مجازی سے میرے معنی مجازی یعنی ایمان سے مومن یہ مراد لینا چاہیے بعد نہیں میں چنانچہ امام صاحب کے اس قول کی ایمانی کا یہاں جبرئیل خود امام محمد نے یوں ہی تاویل کی ہے امنت بما امن به جبرئیل، پس ثابت ہو گیا کہ موافق عقلاً اہلسنت و موافق قول متعرض کے امام ابو حنیفہ کو امام اہلسنت بتلاتا ہے میری تاویل یقینی ہے فتدبر لفظ الحق الحقیق و تیسبیہی الک حقیقۃ التصدیق اور کیا عجب کہ یہ ابو حنیفہ آپ ہی کے اوصیہ ہوں کما ہوا الظاہر

تقریباً الفاروق بین الکذب والصدق رضی اللہ عنہ

قولہ امام ابو حنیفہ صاحب حضرت عمر کے قول کی نسبت یہ فتویٰ دیتے ہیں عن عبد الصمد عن ابیہ قال ذکر لابی حنیفہ قول قالہ عمنی فقال قول الشیطان اقول اس عبارت سے متعرض کا اپنی بحث باطنی کو ثابت کرنا صریح کلمہ فہمی ہے دیکھو جب کوئی شخص کسی کے قول کو نقل کرتا ہے تو اس قول کو باعتبار اصل کے قائل کا، اور باعتبار نقل کے ناقل کا قول کہنا عرفاً صحیح ہے اور شرعاً بھی قبیح نہیں، قرآن مجید المدثر لے نے شیطان و فرعون کے قصوں کے ضمن میں ان کے اقوال کو بایں عبارت لا عن فہم اجمعین الا عباد اللہ منکم المخلصین و انا ربکم الاعلیٰ نقل فرمایا ہے اب اس کو کلام الہی کہنا و سمجھنا قطعاً فرض ہے اور شیطان و فرعون کا قول بھی کہنا جائز پس اگر اسی طرح حضرت عمرؓ نے ابلیس کا کوئی قول نقل کیا ہو جسکو امام صاحب نے سن کر فرمایا کہ دراصل یہ قول شیطان کا ہے تو پھر کون سی قباحت لازم آئی، دیکھو حق سبحانہ تعالیٰ اپنے کلام پاک کی نسبت فرماتا ہے انہ نقول رسول کہ یہ صاحب ریضادہی فرماتے ہیں یعنی جبرئیل فانہ قالہ عن اللہ تعالیٰ انتہی یعنی بوجہ اس کے کہ حضرت جبرئیل نے خدا ہی کی طرف سے کہا ہے کلام اللہ کو رسول کریم یعنی جبرئیل کا قول فرمایا گیا ہے اور ہم پہلے کہ چکے ہیں کہ ابن سبائے اسی ہی اسی دلیل حضرات شیعہ کو تعلیم کی ہے کہ بظاہر وہ طعن صحابہ کرام کی طرف راجع ہو مگر درپہرہ کلام الہی وغیرہ اصول اسلام پر اعتراض کرنا منقود ہوتا ہے دیکھو یہی دلیل جو حضرت فاروق کی نسبت لکھی گئی ہے۔

وہی مجسمہ کلام اللہ میں جاری ہوتی ہے پھر کیا ہے جب قرآن ہی معاذ اللہ قول: ابلیس وغیرہ ٹھہر آؤ آگے کیا رہا سب
تقصیہ طے ہو گیا اور یہودیوں کی مانگی مراد ملی۔ اسلام اور قرآن ہی کوئی خیر نہیں تو ابو بکر کون اور عمر کیا علاوہ اسکے
نقل عبارات میں متعرض جیسا سچا ہے وہ اہل بصیرت پر تحقیق نہیں خصوصاً ایسی صورت میں کہ منقول عند کا حوالہ تک نہ دار

تقرب سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

قولہ علامہ وہی نے لکھا ہے کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا کہ جب دجال خروج کرے گا تو اس کی پیروی وہ
لوگ کرینگے جو عثمان کو دوست رکھتے ہیں اقول متعرض نے یہاں بھی نہایت بے شرمی سے کام لیا ہے جسکی
توضیح تاریخ خلفاء سیوطی علیہ الرحمۃ کی عبارت سے ہو جائیگی عن حدیثہ قال اول الفتن قتل عثمان
واخر الفتن خروج الدجال والذی فی قصی بیدلہ لا یموت رجل و فی قلبہ مثقال خردل من
حب قتل عثمان الا قبیح الدجال ان ادركه وان لم يدركه امن به فی قبرہ اب متعرض کی کیا بڑی
دیکھئے کہ قتل کے لفظ کو اڑا کر حب عثمان لکھ دیا۔ لعنہ اللہ علی الکاذبین اگر خدا نے اس کو باطن کو ہدایت نہیں
کی اور اسی حالت میں مرزو وہ بھی دجال کا ساتھی ہوگا۔ اعاذنا اللہ من ذلک

برگزیدی امیر المؤمنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ

قولہ برفزخج خیر حضرت رسول مقبول نے فرمایا کہ جس کو ہم علم دینگے وہ کار و غیر فرار ہے اقول اولاً اس سے
افضلیت مطلقہ نہیں ثابت ہوئی ثانیاً یہ ارشاد نبوی کا اثر تھا اور آپ کا معجزہ جو جناب امیر نے فتح کر لیا۔
ثالثاً اگر جناب امیر نے ایک گڑھی فتح کیا تو کیا ہو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دیکھو کہ ان کی قوت بازو نے توفیق الہی
کتنی بڑی سلطنتوں کا ان کی آن میں کیا المپٹ کر دیا اور یہ بدیہی ہے کہ سلطنت فارس وغیرہ کے مقابل میں خیر کی کچھ
بھی حقیقت نہیں تھی تو اس اعتبار سے حضرت سیف اللہ کو بدربجا حضرت اسد اللہ سے افضل ہونا چاہیئے۔ بلکہ
سیف اللہ اور کرار غیر فرار ان دونوں میں ہی موازنہ کیجئے تو خدائی تلوار کی چمک دمک سے ہی کورباظنوں کی آنکھیں
خیر ہوتی ہیں او قتل حیران قولہ حب عقد حضرت امیر کا ساتھ سیدۃ العالمین کے ہونے کو تھا تو حضرت رسول
خدا نے حضرت علی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا فخذ الرجل یحب اللہ ویحب الرسول ویحبانہ۔
معارج النبوة اقول مجھے جناب امیر کے اس وصف سے انکار نہیں ہے شک وہ اور خلفاء ثلاثہ بلکہ جمیع اصحاب

حضرت خلیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے ہاتھوں سے اس کو قتل کیا ہے۔ اس سے اس کا فائدہ نہ ہوگا۔ اس سے اس کا فائدہ نہ ہوگا۔ اس سے اس کا فائدہ نہ ہوگا۔

حضرت خلیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے ہاتھوں سے اس کو قتل کیا ہے۔ اس سے اس کا فائدہ نہ ہوگا۔ اس سے اس کا فائدہ نہ ہوگا۔ اس سے اس کا فائدہ نہ ہوگا۔

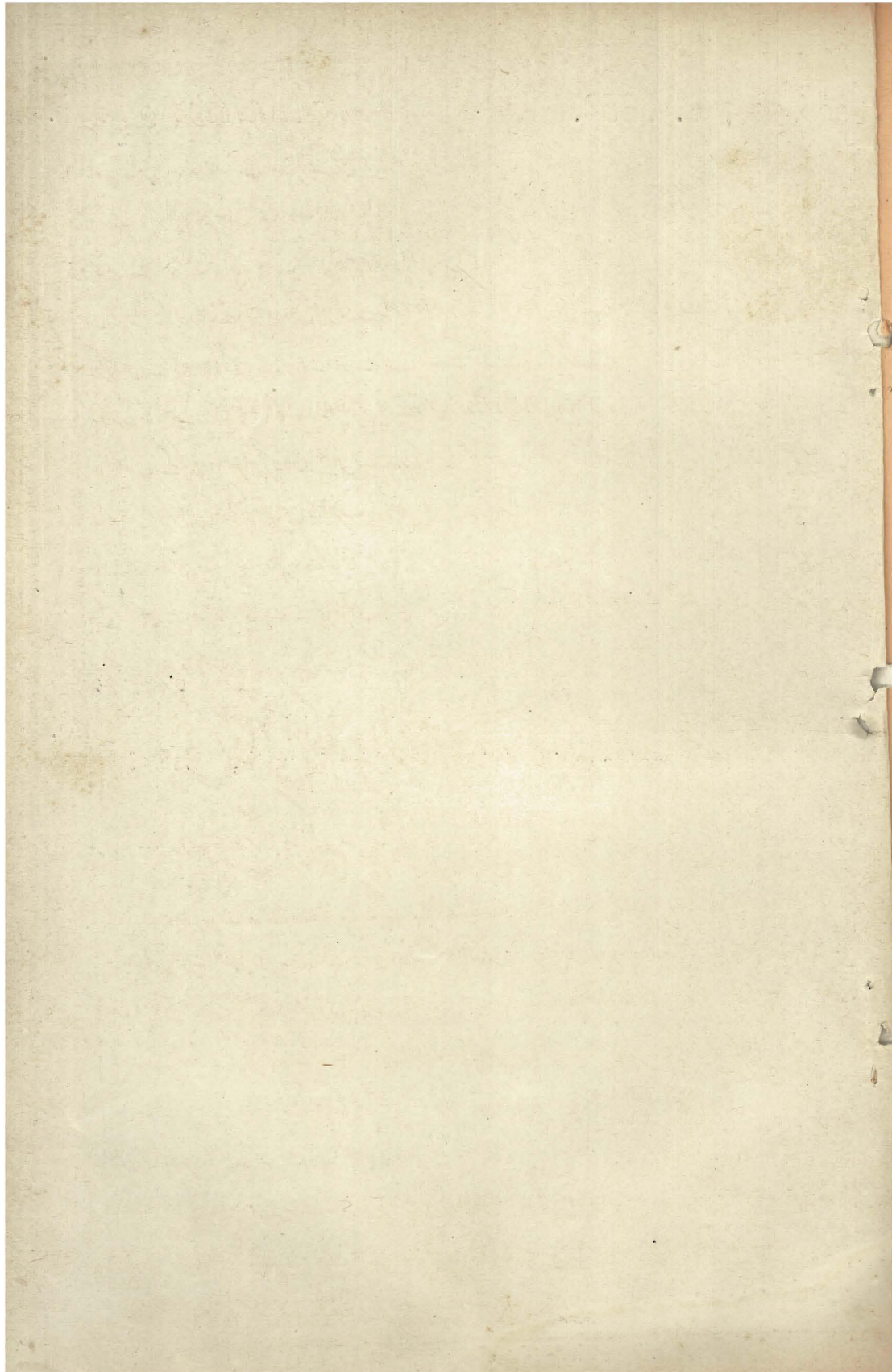
رسول اللہ صلعم بلکہ کل مسلمان علیٰ فرق مراتب اس وصف میں شریک ہیں اب افضل الخیتین سیدنا ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے فضائل سنئے جناب امیر حضرت عثمان کی نسبت فرماتے ہیں کہ وہ ایسے شخص ہیں کہ فرشتوں میں لقب ذوالنورین پکارے جاتے ہیں اور ان کے کالج میں رسول اللہ صلعم کی دو صاحبزادیاں رہیں اسامہ بن زید فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلعم نے حضرت عثمان کے پاس ایک پیالہ گوشت لے کر بھیجا اتفاق سے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا وہاں بیٹھی ہوئی تھیں میں کبھی حضرت رقیہ کی طرف دیکھنا تھا اور کبھی حضرت عثمان کی طرف۔ جب لوٹ کر آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم ان دونوں کے یہاں گئے تھے عرض کیا ہاں، فرمایا کبھی تم نے ان دونوں سے اچھڑن و شوھر کہیں دیکھ میں عرض کیا نہیں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب رسول صلعم نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان سے کر دیا تو آپ نے صاحبزادی سے فرمایا کہ تمہارے شوھر عثمان، تمہارے دادا ابراہیم اور تمہارے باپ محمد صلعم سے زیادہ مشابہ ہیں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے حضرت عثمان کی نسبت فرمایا کہ میرے ساتھ خلق میں تمام اصحاب میں سے عثمان بہت مشابہ ہیں۔ حقیقہ بن مالک روایت کرتے ہیں جب بنت رسول صلعم وجہ عثمان کا انتقال ہوا تو رسول اکرم نے لوگوں سے فرمایا کہ عثمان کا نکاح کرو۔ اگر میری تیسری بیٹی ہوتی تو میں اس کا بھی نکاح کر دیتا۔ اور ہم نے عثمان کا نکاح وحی خداوندی سے کیا تھا جناب امیر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو حضرت عثمان سے کہتے ہوئے سنا ہے کہ اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں تو ان سب کا نکاح یکے بعد دیگرے تم ہی پر کرتا۔ حضرت شیعہ علی کرم اللہ وجہہ کو درمیان دے کر کہیں کہ ان روایات سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت کس وجہ کی ثابت ہوتی ہے باقی رہا یہ اعتراض کہ روایات اہلسنت کا اعتبار نہیں خالی از حقائق نہیں ہے، کیونکہ جب ہماری ہی روایتوں سے اثبات فضیلت مرقضوی کا دم بھرتے ہو اور ہمیں الزام دیتے ہو تو پھر یہودیوں کی طرح یومنون ببعض وتکفرون ببعض کے کیوں مصداق بنتے ہو۔ تمامی روایات کو دیکھو اور خدا سے ڈر کر بغض اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے توبہ کرو،

قولہ حضرت رسول مقبول نے حضرت فاطمہ زہرا سے فرمایا خداوند عالم نے اہل ارض کو جانا اور دشمنوں کو چن لیا ایک تمہارے باپ کو اور دوسرے تمہارے شوھر کو دیکھو شواہد التبتہ اقول انسوس حضرت بتول تحت جبر رسول یونہی رہ گئیں اور حضرت خنین بھی غیر مقبول رہ گئے اور خدا نے ان کو کچھ نہ پوچھا علاوہ اسکے کتب احادیث میں ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ انبیاء کے سوا جن لوگوں پر آفتاب طلوع کرتا ہے سب میں ابوبکر متبر ہیں کہ انے تاریخ السیوطی اور یہ ظاہر ہے کہ کتب احادیث کے مقابل میں شواہد کا کوئی اعتبار نہیں خصوصاً نفل روایات حدیث میں اور بخاری سے مشکوٰۃ شریف میں حضرت محمد بن حنیفہ سے مروی ہے کہ میں نے اپنے باپ حضرت علی سے پوچھا کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کون افضل ہے فرمایا ابوبکر عرض کیا پھر کون فرمایا عمر تب میں ڈرا بیان ہو کہیں اب عثمان کا نام لے

ہیں اس لئے میں نے کہا کہ پھر تو آپ ہی کا درجہ ہوگا فرمایا میں تو مسلمانوں میں کا ایک شخص ہوں اس حدیث سے صاف ظاہر ہو گیا کہ افضلیت خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم بترتیب خلافت کیسی ظاہر و باہر تھی۔ اور جناب امیر نے جو اپنے نسبت ما انا الا رجل من المسلمين فرمایا اسکی شرح میں علامہ علی قادری فرماتے ہیں کہ یہ قول مبنی بر تواضع ہے ورنہ آپ کو معلوم تھا کہ آپ بوقت سوال تمام موجودہ لوگوں میں بلا نزاع افضل تھے کیونکہ یہ واقعہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد کا ہے۔ انتہی اس تحقیق سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس قول کو جناب امیر کے تفسیر پر بھی حل نہیں کر سکتے اس لئے کہ مردہ لوگوں سے ڈرنے اور اپنے تحت جگہ سے تفسیر کرنے کے کیا منہ اور پھر ڈرے کون جو شیر خدا کلمات کا حول و لا قوت الا باللہ پھر ہم پوچھتے ہیں کہ دو شخصوں کو جن لیا اس کے کیا معنی ہیں آیا یہ کہ بحجران دو شخصوں کے کوئی دوسرا برگزیدہ خدا انہیں سے یا یہ کہ ان دو شخصوں کے سوا ایسا کوئی تفسیر انہیں ہے بصورت اول تمام انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین کا مقرب بارگاہ الہی ہونا لازم آتا ہے بلکہ خود ائمہ مقبولین امامیہ نامقبول ہوئے جاتے ہیں اور صورت ثانیہ دو حال سے خالی نہیں یا مقبولیت نبوی و وحی کی مساوی ہوگی یا نہیں۔ مساوات خود باطل عند الخصم ہے اور تفرقہ عبارت سے ظاہر نہیں۔ پس ایسی یہ معنی عبارت کے مقابل میں نصوص قطعیہ و احادیث صحیحہ صریحہ کا انکار کرنا اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے فضل و کمال کا قابل نہ ہونا مال نامحلی اندیشی ہے۔

برگزیدی قاتل الکفر والزنا دقہ صاحب اللہ الصادقہ الصديق الاکبر سیدنا ابی بکر کرم اللہ وجہہ رضی اللہ

قولہ نہایت العقول میں ہے کہ خلفاء خالص اور غیر محسوم تھے اور شیطان ان پر تسلط کرتا تھا اور وہ بت پرست تھے اقول آخر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ میں ہیں۔ پھر تنہا کس کی ناک کئی۔ اگرچہ ہم پہلے البطل شرط عصمت اچھی طرح کر آئے ہیں۔ خیر اب کچھ اور سنئے کہ شرط عصمت ائمہ ایک ایسا نمونہ مسئلہ ہے کہ شیعہ اپنے اصول پر بھی اس کو ثابت نہیں کر سکتے روایات عدم عصمت مترجم غیر محتمل تاویل خود نہج البلاغہ وغیرہ کتب معتبرہ امامیہ میں موجود ہیں نہج البلاغہ میں جناب امیر فرماتے ہیں کہ انکھوا عن مقالة جنتی او مشورتہ بعدل فانى لست بفوق من ان اخطى ولا امن من ذلك فى فعلی یعنی اے صاحبو! تم حق گوئی اور انصاف کا مشورہ دینے سے باز نہ ہو کیونکہ میں خطا ہو پاؤں گا ہوں اور نہ اپنے کاموں میں خطا سے مامون۔ اور ذوالفقار میں مجمع البیان طبرسی سے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے جو اتفاق امامیہ محسوم ہیں۔ انہ قال رجل انکم اهل البيت مغفوم لکم قال فغضب وقال نحن



Regd. No. L. 2650.

September, 1938.

*Sub-Postmaster,
Bhera.*

*Sub-Postmaster,
Bhera.*

Printed at the Manohar Press, Sargodha by M. Zahur Ahamad Bugwi,
Editor & Printer and Published by him from the office of
"Shams-ul-Islam", Bhera.

*..... President,
Muslim League, Bhera.*

*..... Secretary,
Muslim League, Bhera.*

*..... President,
Muslim League, Bhera.*